R.L. No. 2595. 2

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجالانے والا اکیلا اخبار

یھدی اللّٰہ لنورہٖ من یشاء

KHILAFAT LIBRARY

THE NOOR QADIAN

نور

ہر ماہ کی ۳/۱۷ کو شائع ہوتا ہے

3RD MARCH 1930.

اڈیٹر - الیس محمد یوسف

مقاصد

(۱) اسلام کی ... کا ذکر کرنا، اور فضیلت ظاہر کرنا
(۲) سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا
(۳) دیگر مذاہب کے حملوں کا کامل و صحیح جواب دینا
(۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط و مستحکم کرنا

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے سے
" ششماہی " عہ
" مرپرستوں سے عـہ/۱۲
" امراء " صہ
" ممالک غیر " ۸ شلنگ

نمبر ۸ | اخبار نور قادیان، ۳ مارچ ۱۹۳۰ء مطابق یکم شوال ۱۳۴۸ھ ہجری نبوی | جلد ۲۱

انسپکٹر پولیس کی شہادت

موتی سرمہ سے ککرے دور ہو گئے اور سفیدی جاتی رہی

اس سرمہ پر پبلک گرویدہ، ڈاکٹر شیفتہ اور حکماء فریفتہ ہیں بوقت ضرورت بذریعہ تار منگواتے ہیں، ضعف بصر، ککرے، جلن، پھولا، جالا، خارش چشم، پانی بہنا، دھند، غبار، پڑبال، سفیدی، ناخونہ، گوہانجنی، رتوند، ابتدائی موتیا بند، غرضیکہ جملہ امراض چشم کیلئے اکسیر ہے اس کا روزانہ استعمال آنکھوں کی بصارت کو تیز کرتا اور جملہ امراض سے آنکھوں کو محفوظ رکھتا ہے جو لوگ بچپن اور جوانی میں اس کا استعمال رکھیں گے، وہ بڑھاپے میں اپنی نظر کو جوانوں سے بھی بہتر پائیں گے، قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنے محصول ڈاک علاوہ۔

جناب شیخ صالح محمد صاحب انسپکٹر پولیس، گورداسپور لکھتے ہیں کہ:۔

مکرم و معظم شیخ صاحب سلامت۔ السلام علیکم، مزاج شریف۔ ماہ اپریل ۱۹۲۹ء بندہ معہ شیخ عبدالکریم ہیڈ کنسٹبل تھانہ بٹالہ صدر قادیان میں دورہ پر آئے تھے بوقت ملاقات آپ نے ایک شیشی موتی سرمہ مجھے اور ایک ہیڈ کنسٹبل مذکور کو عنایت کی تھی میں نے وہ شیشی اپنے ایک عزیز دوست کو پیش کی جسکو ککروں کے عارضہ کی بہت تکلیف رہتی تھی، اور شیخ عبدالکریم نے سرمہ اپنے بچہ کی آنکھوں میں استعمال کیا، بچہ کی آنکھوں میں سفیدی تھی، میں آپ کو نہایت خوشی کے ساتھ مبارکباد دیتا ہوں کہ میرے دوست کو ککروں کے عارضہ سے کلی صحت ہو گئی ہے اور شیخ عبدالکریم بیان کرتے ہیں کہ ان کے بچہ کی آنکھوں میں سفیدی نصف رہ گئی ہے اب دونوں صاحبان اور سرمہ مانگتے ہیں، مہربانی فرما کر دو عدد شیشیاں قیمتاً عطا فرما کر مشکور فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نماز روزہ اور حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

KHILAFAT LIBRARY

ظفروال اور اسی طرح بعض مقامات کے ناواقف سکھ جو عام طور پر غریب مسلمانوں کو اذان نہیں دینے دیتے، ایسے حالات میں یہ مضمون خاص دلچسپی سے پڑھا جائیگا، کیونکہ اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ سکھوں کے آدی گورو صاحب اور انکے مقدس گرنتھ ایسے ضروری امر کی نسبت کیا ہدایت کرتے ہیں (اڈیٹر)

اسلام میں نماز روزہ کی پابندی ضروری اور اشد ضروری ہے بلکہ سچ پوچھو تو مسلمان اور کافر میں یہی مابہ الامتیاز ہے کہ مسلمان نماز پڑھے گا اور غیر مسلم نماز سے انکار کریگا، روزوں کی پابندی بھی اسلام میں اشد ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت باوا نانک صاحبؒ نماز روزوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں، کیا ایک غیر مسلم کی طرح اس کی تردید کرتے ہیں؟ یا ایک راسخ الاعتقاد مومن کی طرح اسکی تلقین کرتے ہیں، یہ ایک کسوٹی ہے جو اس امر کا فیصلہ کردیگی، کہ حضرت باوا صاحبؒ کس مذہب کے پیرو تھے آپ سری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :-

عیب تن چکڑ دیہہ من ملینڈکو کمل کی سار نہیں مول پائی
بھنور استاد نت بھاکھیا بولے کیوں بوجھ جان نہ بوجھائی
آکھن سنناپون کی بانی ایہہ من رتا مایا؛
خصم کی ندریں دلیں پسندی جنہیں اک کر دہایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال دھن کس کو سنجہائی

مطلب:- تیرے بدن میں کیچڑ کیا ہے تیرے ہی عیب اور اس میں مینڈک کیا ہے تیرا ہی دل، اس عیبوں کے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک کے سر پر کنول کا پھول کھل رہا ہے۔ بھونرا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی پیاری پیاری آواز سے بلاتا ہے کہ اسے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر تو آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول کا پھول کھل رہا ہے مگر سچ ہے کہ اس کنول پھول کی خوشبو سے وہی مستفیض ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ آپ سمجھائے، اور اللہ تعالیٰ انھیں کو سمجھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں اور جو اس خداوند قدوس کی آواز کو اس کان سے سنکر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں یقین سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے لوگوں سے کچھ بھی تعلق نہیں مبارک ہیں وہ جو خدا کے مقبول ہیں، اور خدا کے مقبول بندوں کی یہ نشانی ہے کہ وہ ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں تیس ۳۰ روزے رکھتے ہیں اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، خداوند تعالیٰ انھیں شیطانی شر سے محفوظ رکھتا ہے، اب اس سے اندازہ لگالو کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا ہندو ہوسکتا ہے یا مسلمان، ہم خود کچھ نہیں کہتے، اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چل کر حضرت باوا صاحب گرنتھ صاحب آدسری راگ محلہ پہلا میں فرماتے ہیں :-

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سدیہی رہیو پینا کھان

مطلب:- پانچوں وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو اور قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدہ کرو۔ نانک کہتا ہے، کہ ہر وقت قبر تجھے آواز دے رہی ہے اور تمہارا کھانا پینا اور نفسانی خواہشات یونہی پڑے کے پڑے رہ جائینگے۔ نہیں کہہ سکتے کہ کس وقت موت آجائے گی۔ اس لئے پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی اور قرآن کریم کی تلاوت سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہئے، یہاں گور (قبر) کا لفظ بھی صاف ہے باوا صاحب نے یہ نہیں کہا۔ نانک آکھے مڑی سدیہی رہیو پینا کھانا بلکہ اس کی بجائے یہ کہا کہ نانک آکھے "گور" سدیہی رہیو پینا کھانا، اب خود دیکھ لو کہ گور (قبر) میں کون لوگ جاتے ہیں، وہ جو دفنائے جاتے ہیں یا جلائے جاتے ہیں، اور جو دفنائے جاتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں ہندو یا مسلمان اسی سے سمجھ لو کہ باوا صاحب کس عقیدہ کے پابند تھے اسی پر اکتفا نہیں ہے آگے چل کر حضرت باوا صاحب تاریخ گورو خالصہ مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں :-

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باہجوں نام خدا ایدے ہوسیں بہت خوار

اللہ تعالیٰ کے نام کی جمع کرو، جے سیتا رام کہنے سے نہیں، بلکہ باقاعدہ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی سے کیونکہ اس کے ذلت و خواری ہے اس جگہ دیکھ لو کہ باوا صاحب نما... لئے کس قدر ضروری ہدایت فرماتے ہیں، پھر آگے چل کر با... صاحب بے نمازوں کے لئے سخت وعید بتلاتے ہیں، جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰ پر فرماتے ہیں :-

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

مطلب:- ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے جو نماز کو ترک کرتے ہیں، جو کچھ تھوڑا بہت کمایا، گویا اس کو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں، یہ باتیں نہایت ہی وضاحت اور صداقت و کمال صفائی سے ساتھ اس طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ حضرت باوا صاحبؒ دراصل کس عقیدہ کے قائل تھے،

دوستو! اب یہ صاف معلوم ہوگیا، کہ حضرت باوا صاحبؒ ہندو نہ تھے۔ اسلام کے ان عقائد کو بہت پسند کرتے تھے۔

گرنتھ صاحب میں حضرت باوا صاحب کا قول بالکل صاف اور کھلا ہے اور اس امر سے کوئی بھی گرنتھ پڑھنے والا ایک طرفۃ العین کیلئے بھی انکار نہیں کرسکتا، گرنتھ صاحب سری راگ محلہ پہلا چھوٹا سائز صفحہ ۲۱ میں شری گورو صاحب فرماتے ہیں، وہی خدا کے مقبول ہیں جو ایک کی پوجا کرتے ہیں، تیس روزے رکھتے اور پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۴ *

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب وا فرمایا لکھیا وچہ کتاب
دنیا دوزخ او چڑھے جو کہے نہ کلمہ پاک
مکروہ تریہے روجڑے پنج نماز طلاق

لقمہ کھائیے حرام دا سرتے چڑھیئے عذاب
جو راہ شیطان گم تھئے سو کیونکر کریں نماز
آتش دوزخ ہاویہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلالی کھاونان کیتا تنہاں پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

KHILAFAT LIBRARY

حضرت باوا صاحب اس جگہ صاف فرماتے ہیں۔ اے رکن دین سچی سچی باتیں دل کھول کر سنو، یہ میری باتیں نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے، اور قرآن مجید میں یہ لکھا ہوا ہے بیشک وہ لوگ اس دنیا میں ہی دوزخ خرید لیتے ہیں جو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ کہہ کر خدا کے پیاروں میں شامل نہیں ہوتے، اور روزوں سے منہ پھیر لیتے ہیں، اور نمازوں کے تارک ہو جاتے ہیں، بیشک ایسے لوگوں کا کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ انھوں نے خدا کے عذاب کو خرید لیا ہے، بیشک جن لوگوں کو شیطان نے گمراہ کیا وہ نمازوں سے دور ہو گئے۔ ہاں انھوں نے اپنی قسمت کو دوزخ کی آگ کے حوالہ کر دیا، بیشک بہشت کی نعمتوں کو انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنے اوپر حرام کر لیا اے رکن دین نانک یہ کہتا ہے کہ کلمہ کو حق جانو بیشک یہ ایمان کی روح ہے جس سے ایمان رہتا ہے۔

غور کرو کہ اس جگہ حضرت باوا صاحب نے شیطان کا پیرو کن لوگوں کو ٹھیرایا ہے پھر گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر یہ لکھا ہے اور ہمارے سکھ دوست ان شلوکوں کو پڑھتے ہوں گے مگر خدا جانے ان شلوکوں پر کیوں توجہ نہیں فرماتے وہ شلوک یہ ہیں:۔

فرید ابے نماز اکتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کدی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو سادہ صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اتار

جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں
کُنّی ہیٹھ جلائیے بالن سندے تھائیں

گرنتھ صاحب آد ایک ایسی کتاب ہے کہ جس کی نسبت ہمارے سکھ دوستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دور ہو جاتا ہے یہ شلوک صاف پنجابی زبان میں ہیں مگر تاہم میں اس کا سادہ سادہ اردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں، "اے فرید! بے نماز کتے کی طرح ہے اور نماز کا تارک ہونا بہت برا ہے، نجس ہے وہ جو نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا، فریدا جلدی اُٹھ اور وضو کر اور مسجد میں جا کر نماز پڑھ کیونکہ جو سر نماز میں اپنے خالق و مالک کے سامنے نہیں گرتا، وہ اڑائے جانے کے قابل ہے، جو سر اپنے خدا کے حضور نماز میں نہیں گرتا، وہ کس کام کا، ایسا مغرور سر تو اتار کر ہانڈی کے نیچے جلائے جانے کے قابل ہے"

اب ہم نہیں سمجھتے کہ ان کھلی کھلی اور صاف صاف اور واضح واضح ــــــ ہدایات کے سامنے کس طرح انکار کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دوستوں کو گرنتھ صاحب کے ان شلوکوں پر چلنے کی توفیق دے، تاکہ ہم اس سے روگردانی کرنے سے اس سزا کے مستحق نہ ٹھہریں جو روگردانی کرنے والوں کے لئے مقرر کی گئی ہے حضرت بابا نانک صاحب کے روم روم میں نماز کی محبت اس قدر سرایت کر چکی تھی، کہ سوائے اس کے .... آپ کو کوئی اور چیز نہ بھاتی تھی چنانچہ آپ جنم ساکھی کلاں جو سکھوں میں سب سے پرانی اور قدیم جنم ساکھی کے نام سے مشہور ہے۔ کے ص ۲۲۱ سطر ۲۹ پر فرماتے ہیں:۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کٹھیا ہتھوں ہتھ گویں

حضرت باوا صاحب فرماتے ہیں کہ ان لوگوں پر لعنت ہے جو نمازوں کے تارک ہو گئے، جو تھوڑا بہت کمایا تھا، گویا اس کو بھی دست بدست ضائع کر رہے ہیں، اللہ اللہ اس شخص کے دل میں خداوند تعالیٰ نے کس طرح اسلام کی تعلیم کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا اور نور ایمان سے آپ کا سینہ منور ہو چکا تھا، پیارو کیسی کھلی کھلی اور واضح واضح باتیں ہیں، ہمارے وہ دوست جو یہ کہتے ہیں کہ باوا صاحب ہندو تھے، میں ان دوستوں کی خدمت میں کمال عزت و احترام سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ از راہ کرم گرنتھ صاحب یا جنم ساکھی سے یہ دکھلاویں کہ شری گورو نانک دیو جی مہاراج نے گائتری اور سندھیا وغیرہ کے نسبت یہ فرمایا ہو کہ جو لوگ سندھیا اور گائتری کے تارک ہیں، وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے، بلکہ سندھیا اور گائتری کے متعلق گرنتھ صاحب میں لکھا ہے:۔

منوا استر سندھیا کرے دی چار
نانک سندھیا کرے من مکھی
جیو نہ ٹکے مرے جنمی وارو وار

(وار بھاگڑا)

سندھیا تپن کرے گائتری بن بوجھے دکھ پایا

(سورٹھ)

مطلب:۔ گرنتھ میں لکھا ہے کہ انسان بے فائدہ سندھیا وغیرہ کرتا ہے، کیونکہ سندھیا کرنے سے تسلی اور اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا، ہاں تناسخ کے وہم میں پڑا بھٹک رہا ہے ایسی گائتری سے کیا فائدہ جس میں سوائے دکھ اور تکلیف کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا،

نماز کے متعلق حضرت باوا صاحبؒ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں

(جنم ساکھی ص ۲۲۱ سطر ۲۹) یعنی جو لوگ نماز کے تارک ہیں وہ ......ہیں، مگر دوسری طرف گائتری کے متعلق باوا صاحب کا فتویٰ ملاحظہ کیجئے، کہ اس کے کرنے سے انسان دکھوں اور تکلیفوں میں پڑتا ہے، ایک چیز کے نہ کرنے سے دکھوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دوسری کے کرنے سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

بتلائیے اب ہم باوا صاحب کو ......

آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے۔ عیاں را چہ بیان: نہ صرف باوا صاحب دوسروں کو ہی اسلام کی تلقین فرماتے

KHILAFAT LIBRARY

بلکہ خود عامل اور عالم باعمل تھے چنانچہ جنم ساکھی کلاں جو سب سے پُرانی جنم ساکھی ہے کے صفحہ ۲۰۳ سطر ۲۵ میں لکھا ہے :-

کن وچ انگلیاں پائیکے تب نانک دِتی بانگ

یعنی" حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ نے کانوں میں اُنگلیاں ڈال کر اذان دی،، فرمائیے ہم کس کس حوالہ سے انکار کر سکتے ہیں۔ سکھ صاحبان! آپ ہی انصاف سے جواب دیں کہ ان حوالہ جات کی موجودگی میں ہم حضرت باوا صاحب کو ہندو کہیں یا مسلمان؟ میرے دوستو جن کتب کے حوالہ جات میں دے رہا ہوں وہ آپ ہی کے مطبع کے چھپے ہوئے اور مسلمات سے ہیں، پھر سکھوں کی اس معتبر کتاب۔ یعنی، واران بھائی گورداس جی کے صفحہ ۱۲ سطر ۵ میں لکھا ہے :-

بابا گیا بغداد نوں باہر جا کیا استھاناں
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مرداناں
دِتی بانگ نماز کر سن سماں ہویا جہاناں

واران بھائی گورداس جی جو سکھوں کی نہایت ہی معتبر کتاب ہے کے مصنف لکھتے ہیں کہ" بابا یعنی حضرت باوا نانک رحؒ بغداد گئے، اور بغداد کے باہر اپنا ڈیرہ لگایا ایک حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرا ان کے ساتھ بھائی مردانہ تھا، وہاں جا کر نہایت ہی سُریلی اور پیاری آواز سے اذان دی اور نماز پڑھی، اذان دینے اور نماز پڑھنے کی آواز ایسی رسیلی اور دلربا تھی کہ لوگ سُن کر حیران رہ گئے"

پیارو! اب اس سے بڑھ کر حضرت باوا صاحب کے اسلام کے لئے اور کون سی معتبر گواہی ہو سکتی ہے اگر نتھ جنم ساکھی، تاریخ گورو خالصہ، واران گورداس جی، غرضیکہ جس قدر سکھوں کی مسلمہ اور معتبر کتب ہیں وہ کل کی کل حضرت باوا صاحبؒ کے اسلام پر اپنی مواہیر ثبت کرتی ہیں جہاں تک حقانیت کا تعلق ہے وہاں تک تو باوا صاحب کا اسلام اظہر من الشمس ہے، باقی رہا ضد اور ہٹ کا سوال، سو اس کا علاج تو کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۵۶۲ سطر ۴ میں لکھا ہے کہ" تاں سری گورو جی نے اُونچی سُر نال بانگ دتی"" آپ خیال فرمائیے کہ اونچی آواز سے اذان کہنا یہ کن لوگوں کا کام ہے آپ ہرگز کہیں نہیں پاؤ گے کہ حضرت باوا صاحب نے اونچی اونچی آواز سے سندھیا یا گائتری کا پاٹ کیا ہو، اب خیال کیجئے جو شخص اُونچی اور میٹھی آواز سے اذان دیتا ہے اور جسکی میٹھی میٹھی اور پیاری پیاری آواز سُنکر لوگ سُرور سے مست ہو جاتے ہیں، خدارا آپ خود ہی غور فرماویں کہ ہم ایسے شخص کو ہندو کہیں یا مسلمان۔ خدا ہم سب لوگوں کو حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اُونچی آواز سے اذان دینے کی توفیق دے۔ آمین۔

پھر جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۶۷ میں یہ لکھا ہے کہ" باوا صاحب سید پور گاؤں میں نواب کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں گئے،، اب دیکھو کہ نماز کے پڑھنے کیلئے مسجد میں جانا یہ کن لوگوں کا کام ہے، مگر بعض لوگوں نے اس واقعہ کی اہمیت کو کم کرنے کیلئے یہ بھی لکھدیا ہی کہ پہلے تو باوا صاحب نماز پڑھنے نواب صاحب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور قاضی امام بنا، پھر باوا صاحب نماز کی نیت توڑ کر الگ کھڑے ہو گئے تو قاضی اور نواب صاحب نے بعد میں دریافت کیا، کہ آپ نے نیت نماز کیوں توڑی تو لکھا ہے کہ باوا صاحب نے یہ کہا کہ میں نماز کس کے پیچھے پڑھتا، قاضی صاحب کا دھیان تو گھر میں تھا، کہ جو گھوڑی نے بچہ دیا ہے وہ کہیں صحن کے کوئیں میں نہ گر پڑے، یہ قصہ صرف حضرت باوا صاحب کے نماز پڑھنے کے واقعہ کو چھپانے کیلئے وضع کیا گیا ہے مگر اس سے بھی ہمارے دوستوں کا مطلب سدھ نہیں ہوتا، کیونکہ ان دوستوں کے کہنے کے مطابق بھی حضرت باوا صاحبؒ کو نماز سے انکار نہ تھا، اگر انکار تھا تو ان لوگوں کے ساتھ جو نماز کے وقت عدم حضور تھے، اور جن کا خیال خدا کی ذات میں نہ تھا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحبؒ نماز کے دل وجان سے گرویدہ تھے اور چاہتے تھے کہ نماز میں سوائے خدا کی ذات کے اور کسی طرف خیال نہ ہونا چاہئے، نماز میں حضوری قلب کا ہونا ضروری ہے اور حضرت باوا صاحب نے نماز کی تعریف میں بہت سے شلوک اور اقوال تحریر فرمائے ہیں مثلاً تاریخ گورو خالصہ حصہ اول صفحہ ۵۵ پر باوا صاحب کا یہ شلوک درج ہے

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باہجوں نام خدائیدے ہوسیں بہت خوار

یعنی خدا کے نام کا توشہ جمع کر، پانچوں وقت کی باقاعدہ نمازوں کی ادائیگی سے، بدوں اس کے خواری ہے، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت باوا صاحب کے دل میں نمازوں کی کیسی قدر وعظمت تھی؟

جیسی روزہ کی پابندی اسلام میں پائی جاتی ہے دیگر ادیان میں وہ باقاعدگی ہم نہیں پاتے، اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سکھ دھرم اس کے متعلق کیا کہتا ہے :- محلہ ۱ وار آسا

او نہیں دنیا توڑے بندن
ان پانی تھوڑا کھایا

مطلب :- وہ دُنیا میں رہتے ہوئے بھی خدا کی جوار رحمت میں ہیں جو روزوں کی پابندی کرتے ہیں، اب غور کیجئے کہ مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ امر ایک اور ایک دو کی طرح ظاہر ہے کہ حضرت باوا صاحب کے نزدیک وہی لوگ خدا تعالیٰ کے افضال اور نعمتوں اور برکتوں کے وارث ہیں، جو ایک کی پُوجا کرتے، نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں، تو پیارے دوستو! اب ہم اگر ایسے شخص کو مسلمان نہ کہیں تو اور کیا کہیں، خدا ہمارے سکھ دوستوں کی رہنمائی فرمائے کہ وہ بھی حضرت باوا صاحب کے نقش قدم پر چلیں۔

پھر شری گرنتھ صاحب آد محلہ ۳ صفحہ ۲۰۶۹ پر لکھا ہے :-

بے نمازوں سگ بھلے جو راتیں رہن سجاگ
دِتی بانگ نہیں جاگدے سُتے رہن نبھاگ

بے نمازوں سے تو کُتّے اچھے ہیں جو رات کو جاگتے رہتے ہیں، ان سے بڑھ کر بد قسمت کون۔ جو اذان کی آواز پر بھی بیدار نہیں ہوتے۔

KHILAFAT LIBRARY

مراسلات

حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ اور اسلام

پیشتر ازیں کہ باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن مجید کے متعلق خیال ظاہر کیا جائے، وید و پران کے متعلق حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ حضرت باوا نانک صاحب فرماتے ہیں ؎

وید پڑھے ہر نام نہ بوجھے
مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

ترجمہ :- حضرت باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ وید کو پڑھتے ہیں مگر خدا کو نہیں پہچان سکتے، بلکہ ویدوں کو پڑھ پڑھ کر دنیا کی طرف جھکتے جاتے ہیں، پھر فرمایا کہ ؎

پڑھ پڑھ پنڈت مُنی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہر نام چت نہ آوئیے نہ نج ہووئے گھر باس

یعنی پنڈت مُنی ویدوں کا مطالعہ کرتے کرتے تھک گئے لاکن خدا کو نہ پایا، ابھی بس نہیں آگے چل کر باوا صاحب نے ویدوں کو کہانیوں پر محمول سمجھ کر مندرجہ ذیل شلوک فرمایا ہے جس پر سوامی دیانند بانی آریہ سماج نے حضرت باوا نانک کو اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں بُرا بھلا کہا ہے وہ شلوک جس سے ویدوں کی صحیح حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اسی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔

وید پڑھت برہما مرے چاروں وید کہانی
سادھ کی مہما وید نہ جانی برہم گیانی آپ پرمیشور
(منقول از ستیارتھ پرکاش)

باوا صاحب فرماتے ہیں کہ برہما بھی وید پڑھتے پڑھتے تھک گئے اور "کچھ حاصل نہ کر سکا" بلکہ چاروں وید سراسر کہانیاں ہیں، اور وید تو خدا تعالیٰ کی حمد بھی نہیں جانتے اب ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ آپ حضرات سمجھ گئے ہونگے کہ باوا صاحب کے نزدیک ویدوں کی کیا حقیقت اور قدر تھی اب قرآن مجید و فرقان حمید کے متعلق باوا صاحب کی رائے ملاحظہ ہو۔ حضرت باوا نانک صاحب قرآن شریف کو جہاں سچا اور قابل عمل جانتے تھے وہاں اپنے ماننے والوں کو بھی پڑھنے اور اس پر ایمان رکھنے کی تاکید فرماتے تھے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچہ پند نصیحتاں سن سن کرو یقین

ترجمہ صاف ہے کہ قرآن شریف تیس ۳۰ حروف سے بنا ہے اور اس میں تیس ۳۰ ہی سپارے (پارے) ہیں اور اس میں نصائح ہی نصائح ہیں سنو اور سن کر یقین کرو، اب سکھ حضرات غور فرماویں کہ وہ اپنے گورو کے واکوں پر کہاں تک عمل پیرا ہوتے ہیں، کیونکہ جب ماننے کا دم بھرنے والے ہی اس پر عمل نہیں کرتے، تو دوسروں پر کیا امید ہو سکتی ہے اور سُنو باوا صاحب اس کے پڑھنے کی ازحد تاکید فرماتے ہیں اور عاقبت کی طرف توجہ دلاتے ہیں ؎

پنج وقت نماز گذاریں پڑھیں کتاب قرآناں
نانک آکھے گور سدھی رہیو پینا کھانا

یعنی اے میرے حکموں کو ماننے والو، پانچ وقت نماز گذارو اور قرآن شریف کی تلاوت کرو، نانک کہتا ہے کہ تمہیں گور بُلا رہی ہے اور یہ عیش و عشرت کے سامان یہیں رہجائیں گے

ع

اُٹھو سونے والو کہ وقت آگیا : تمہارا گورو تم کو سمجھا گیا

دوستو! آپ سمجھ گئے ہونگے کہ باوا صاحب نے قرآن شریف کے پڑھنے اور اس پر یقین رکھنے کی کتنی تاکید مزید فرمائی ہے بلکہ وہ قرآن شریف کا عاشق قرآن پاک کی معمولی بے ادبی بھی نہیں (سہار) برداشت کر سکتا تھا، چنانچہ بے ادبوں کو مندرجہ ذیل شلوک سے ڈرایا ہے ؎

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

یعنی قرآن پاک کی حرام دنیا کیلئے قسم کھانیوالا بموجب ارشاد حضرت رسول پاک (صلعم) دوزخ میں پڑیگا اور سڑیگا غرضیکہ آپ نے قرآن شریف پر یقین رکھنے اور پڑھنے، اور ادب کرنے کی ازحد تاکید فرمائی ہے، اب شاید بعض یہ سوال کریں گے کہ آیا باوا صاحب خود بھی قرآن شریف پڑھتے اور اس پر یقین رکھتے تھے، یا صرف دوسروں ہی کو دعوت دیتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کے نیک بندے کسی ایسے حکم کی تاکید ہی نہیں کرتے جس کو خود پسند نہ فرماتے ہوں، اور ان کے قول و فعل میں مناسبت ہوتی ہے، یکجائی ہوتی ہے، تطابق ہوتا ہے، توافق ہوتا ہے، بلکہ وہی کہتے ہیں جو خود کرتے ہیں، یہ کبھی نہیں ہو سکتا، کہ ان کے قول و فعل میں نامناسبت ہو، تضاد ہو تخالف ہو بلکہ وہ کہیں جو نہیں کرتے تو ان کی کیا حیثیت رہ جائے گی۔

سچائی پسند اصحاب سمجھ گئے ہوں گے، کہ جو شخص قرآن شریف پر اتنا قربان ہو اور اس پر عمل کرنے اور پڑھنے کی بھی تاکید کرتا ہو اس کی بے ادبی کرنے والے کو دوزخی بتلاتا ہو، وہ خود اس پر عامل نہ ہو ہرگز حاشا وکلا ایسا نہیں ہو سکتا اگر اب بھی تسلی نہیں ہوئی، تو داران بھائی گورداس کی کھولو اور پڑھو یہ شلوک ؎

بابا پھر مکے گیا نیلے بستر دھارے بن والی
عصا ہتھ کتاب کچھ کوزہ بانگ مصلیٰ دھاری
بیٹھا جائے مسیت وچہ جتھے حاجی حج گذاری

اور متلاشی ہدایت خود فیصلہ کریں کہ آیا یہ شلوک ایک عامل بالقرآن کی تصویر نہیں پیش کرتا، کیا وہ جب مکہ گئے، تو صُوفیوں والے نیلے کپڑے نہیں پہنے ہوئے تھے، ہاتھ میں عصا جو کہ صوفی لوگوں کے ہاتھ میں رکھنے کا طریق ہے نہ تھا، کیا کتاب بغل میں نہ تھی، کیا نماز و اذان ادا کرنے کیلئے مصلے نہ رکھتے تھے، تھا اور ضرور تھا، اللہ تعالیٰ غور کرنے کی توفیق دے۔

(سید محمد حسین سکرٹری جماعت احمدیہ، گوگیرہ)

مستورات کی بھلائی کیسے ہو

(از قلم جناب بھگت رام صاحب سکرٹری جیو دیا سبھا فیروزپور)

کیونکہ اس مضمون کے لکھنے والے ہندو صاحب ہیں، اس لئے انھوں نے مستورات کی اصلاح کے لئے ہندو نقطہ خیال سے ہی لکھا ہے، نور اکثر ہندو دوستوں کی نظر سے بھی گذرتا ہے مجھے توقع رکھنی چاہئے کہ ایسے ہندو صاحبان اس مضمون کو خصوصیت سے ملاحظہ کریں گے، اور جس زور شور کے ساتھ

KHILAFAT LIBRARY

نامہ نگار نے مستورات کی اصلاح کیلئے لکھا ہے اس پر پوری پوری توجہ دینگے (اڈیٹر)

پاٹھک مہودیہ! آج کل جب کوئی ضروری سوشیل اصلاح کا سوال پیش کیا جاتا ہے تو اکثر لوگ یہی کہہ دیتے ہیں کہ "سب خرابیوں کا علاج سوراج کے ملنے پر ہی ہوگا، لیکن اس بات پر کچھ غور نہیں کیا جاتا، کہ جس ملک کے کروڑہا گھروں میں امن وامان کی بجائے دن رات خانہ جنگیاں ہی رہتی ہیں اور ملک کا دل ودماغ زیادہ تر آپس ہی کے خانگی جھگڑوں اور اکثر مذہبی بحث مباحثوں میں صرف ہوتا ہو، بھلا وہ ملک سوراج کے قابل کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ اور پھر حاصل شدہ سوراج کو بھی ایسا ملک کیونکہ قائم رکھ سکیگا؟

اور جس ملک کی اکثر دھرم پستکیں لیڈر اور اخبار نویس قوم کے نصف حصہ یعنی استری جاتی کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کرنے اور ان کو واجب انسانی حقوق دینے یا دلانے کو تیار نہ ہوں پھر وہاں کی ابلا استریوں پر ظلم نہ ہو تو اور کیا ہو؟ اور حق پسند اصحاب یہ بھی بتائیں، کہ ایسی مظلوم اور دکھیا ماتاؤں کے دکھ بھرے دودھ کو پی کر تندرست۔ اعلیٰ دماغ اور خوشحال نسلیں بھی ہندوستان میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہیں؟ اس لئے استری جاتی کے سوال پر ذمہ دار اصحاب کا خاموش ہو رہنا سراسر اپنے اخلاقی اور دھارمک فرائض سے کوتاہی کرنا ہی ہے۔

عرصہ دراز سے ہندوستان میں استری جاتی پر سخت بے انصافیاں ہوتی چلی آ رہی ہیں، اور عرصہ دراز کے انتیاچاروں اور مایوسیوں کے بعد بڑی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اب دوسروں کے بھروسہ پر ہی نہ رہکر خاص خاص اعلیٰ درجہ کی بدھی مان عورتیں اپنے جاتیہ اودھار کیلئے خود آپ بھی اپنی کوششیں کرنی شروع کر دیں، اور ان کا ایسا کرنا قدرتی اور ایشوری نیموں کے مطابق ہے کیونکہ موجودہ سخت مشکلات کے اندر اتفاقیہ ذکر اذکار کر دینے سے کوئی امید اصلاح کی نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ ہر ایک شہر وگاؤں میں کم از کم ایک دو دھرتما استریاں اس دھرم کام کے کرنے کیلئے تیار نہ ہو دیں، اور ان کے سوچ وچار ارتھ اس نیک کام کے کرنے کیلئے چند ایک ضروری تجاویز نیچے بیان کی جاتی ہیں۔

چند ضروری باتیں

۱۔ وچاروان استریوں کو چاہئے کہ وہ اپنی دیگر ان پڑھ اور بے خبر بہنوں کی مصیبتوں کا حال حتی المقدور اپنے دیش کے لیڈروں، اخباروں کے اڈیٹروں، کونسلوں کے ممبروں اور لوکل حکام کے کانوں تک ہمیشہ پہونچاتی رہا کریں، اس طرح پر ممکن ہے کہ کبھی کسی ہمدرد اور سننے والے کانوں تک ان کی مصیبتوں کے حالات پہونچ جاویں۔

۲۔ ہندوستان میں پانچ برس کی عمر سے لیکر اوپر تک کی کروڑہا بدھوائیں بیٹھی ہیں، جن کو اکثر اوقات ان کے سخت دل سمبندھی لکھنے پڑھنے کا ضروری سامان تک بھی خرید کر نہیں دیتے، اس لئے سمرتھ وان عورتوں کو جب کبھی دان کرنے کا کوئی شبھ موقعہ میسر ہو، تو وہ اپنا دان اب سے ہمیشہ دکھت استریوں کی دھارمک شکھشا نمت ہی لگاویں، اور ان کو لکھنے پڑھنے کا ضروری سامان مہیا کریں، تاکہ ان کی حالت کچھ بہتر ہو اور بروقت ضرورت وہ اپنی روزی کمانے کے بھی یوگیہ بن سکیں۔

۳۔ لکھی پڑھی استریوں کو ہر ایک شہر و قصبہ میں استری جاتی اودھار سبھائیں قائم کرنی چاہئیں، آجکل بعض شہروں میں استری سماجیں لگتی تو ہیں مگر افسوس ہے کہ اکثر سوارتھی لوگوں نے ان کی کارروائی ایسے ڈھنگ پر کروا رکھی ہے کہ جس سے استری جاتی کو کچھ لابھ نہیں پہونچ سکتا، دو دو اور تین تین گھنٹوں کا قیمتی وقت خالی بھجنوں، ہون وسندھیا کے منتر دوہرانے میں ہی ختم کر دیا جاتا ہے اسلئے استری جاتی اودھار کی خاطر استری سبھاؤں کی کارروائی اس پرکار کی ہونی زیادہ مناسب ہے کہ:۔

(الف) استری جاتی کے دکھوں پر بھی وچار برابر ہوا کرے اور ان کا مناسب علاج سوچا جاوے۔

(ب) استری سبھا میں ایک دو ایسے سپتاہک اخبار یا ماہواری رسالے منگوائے جایا کریں کہ جن کے اندر استری جاتی اودھار نمت بھی مضمون درج ہوتے ہوں۔

(ج) اور جو اخبارات، کتابیں، یا لکچر استری جاتی کے مخالف ہوں، ان کو کبھی بھی نہ منگوانا چاہئے اور نہ ان کو پڑھنا یا سننا مناسب ہے اس طرح استری جاتی کے ویرودھیوں کو بھی اپنا سوارتھ بہر اور ویرودھ چھوڑ کر کبھی نہ کبھی عدل وانصاف کی طرف ضرور جھکنا پڑیگا۔

۴۔ ہندو بیاہ شادی کے رسم ورواج کی آڑ میں جو ناحق مصیبتیں بعد ازاں اکثر اوقات ابلا استریوں پر وارد ہوتی ہیں، ان کے برداشت کرنے میں دوسرا کوئی ساتھی نہیں بنتا، پنڈت، پروہت اور پنچ لوگ تو اپنا اپنا لاگ پتل لیکر یا دیکر چلتے بنتے ہیں اور عمر بھر کسی کے سکھ دکھ کی کوئی پرواہ نہیں کرتا، اس دنیا میں سب ہی مرد دیوتا سروپ نہیں ہوتے بہتیرے خاوند اپنی پرتگیاؤں کو بھلا کر بڑے ظالم اور بے رحم نکل آتے ہیں اور اپنی استری کی زندگی تلخ اور تباہ کر دیتے ہیں، اس لئے بدھی مان لڑکیوں کو اپنے والدین کے گھر میں شانت رہ کر گھر کے کام کاجوں کے ساتھ ساتھ ودیا ابھیاس بھی کرتے رہنا چاہئے۔ اور جہاں تک ہو سکے انھیں بچپن کی شادی سے بچے رہنے کا مودبانہ طریق پر یتن کرتے رہنا چاہئے۔

۵۔ اگر کوئی والدین اپنے کسی لالچ میں پڑ کر کوئی انمیل بال بواہ، بردھ بواہ کا انتظام کرنے لگیں، تو لڑکوں کی طرح بدھی مان لڑکیوں کو بھی اپنی ضمیر کے مطابق چلنے کا عین حق ہے، کہ وہ ایسی نسبت ورابطہ سے بچنے کے لئے اپنا دلی منشا ظاہر کر دیا کریں۔ کیونکہ عمر بھر کی بے شمار مصیبتوں سے بچنے کے لئے اب ذرا سا اپنا انکار ظاہر کر دینا بالکل واجب اور دھرم کی بات ہے،

اخیری التماس

اپنے دل میں ایشر کا بھے اور موت کا ڈر محسوس کرتے ہوئے کیا مرد اور کیا عورت سب کی طرف عدل وانصاف کا سلوک بڑھانے کی خاطر یہ چند سطور تحریر کی گئی ہیں تاکہ ابلا استری جاتی کے واجب انسانی حقوق تسلیم اور قائم ہوں اور ہندو قوم اپنی موجودہ گری ہوئی اوستھا سے اٹھ سکے، کیونکہ استری جاتی کا اودھار کئے بغیر کبھی کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی اسلئے آشا ہے کہ حق کے متلاشی اصحاب پکشپات سے رہت ہوکر ان پر کچھ غور کریں گے اور پھر اپنی طرف سے بھی حق کی بات آگے کہیں گے، جس سے ہم سب اپنی ماتاؤں، بہنوں، اور بیٹیوں کی طرف اپنے ضروری فرائض سے سرخرو ہو سکیں۔

KHILAFAT LIBRARY

سعی اور کوشش

(از خان بہادر میرزا سُلطان احمد صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر)

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

یہ فقرہ اس مقدس کتاب کا ہے جسے آج چالیس کروڑ مخلوق مانتی ہے اور فقرہ کی عظمت اور واقفیت کے اعتبار سے ساری دنیا کا کم و بیش اس پر عمل اور اعتقاد ہے سعی اور کوشش کیا ہے؟

انسانی خیالات، ارادوں اور تدابیر کی وہ صورت جو عملی رنگ میں متشکل ہو کر بُرے بھلے نتائج کا موجب بنتی ہے، انسان کی طبیعت میں رکھا گیا ہے، کہ وہ سعی سے کام لے، مختلف رنگوں میں اُسے جتایا گیا ہے، کہ سوائے سعی کے وہ اس دنیا میں آسائش و عزت اور خوشی سے نہیں رہ سکتا، جانوروں اور کیڑوں کو دیکھو کہ باوجود بہت ہی چھوٹی ہستی ہونے کے اپنی ذات میں کس قدر ہمت اور سعی رکھتی ہے وہ سارا دن نکل کر گھومتی رہتی ہے اس کا بہت سا وقت سعی اور ہمت ہی میں گذرتا ہے، چیونٹی کی ضروریات زندگی ایک ہی دانہ پر ختم ہو جاتی ہیں، انسان جس کی ضروریات کی طنابیں ختم ہونے میں ہی نہیں آتیں، اس کی سعی اور ہمت کا اندازہ لگانا تو بہت ہی مشکل ہے،

انسانی ضروریات کی نوعیت ایک تو نہیں ہے، مادی ضرورتیں وہ رکھتا ہے، معاشرتی پھندوں میں وہ پھنسا ہوا ہے، روحانی جذبات وہ رکھتا ہے اس کی ضرورتیں اور اس کی خواہشات مرنے پر بھی بس نہیں ہوتیں حشر ثانی کی عقیدت اور وعید نے اس کی کوششوں اور ریاضتوں کو اور بھی مشکل اور پیچ دار بنا دیا ہے، تہذیب نے اُسے مہذب تو بنا دیا اور وہ اس پر فخر بھی کرتا ہے لیکن مشکلات بھی اس قدر پیدا کر دی ہیں، کہ بعض وقت وہ پہلی جہالت اور سادگی پر بھی خوش ہونے اور قناعت کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے بیشک تہذیب اور تمدن کی بدولت بہت کچھ دولت و آسائش حاصل ہوئی ہے لیکن انسان جن جن تکلیفات اور مشکلات میں بھی پڑا ہے وہ ناگفتنی ہیں، ہر مہذب کہتا تو ہے کہ میں آزاد ہوں لیکن وہ غلاموں سے بھی زیادہ مجبور ہوتا ہے، یہ اقبال و ادبار کا جھگڑا یہ عزت و احترام کی لڑائی، یہ آبرو اور بے آبروئی کی کہانیاں ہیں بہت دلچسپ، لیکن ان کی بدولت جو مشکلات سدراہ ہوتی ہیں اُنھیں کون گنوائے، دو با اقبال شخصوں میں بعض وقت اقبال کی جو لڑائیاں ہوتی ہیں، ان سے خود اقبال بھی پناہ مانگتا ہے، کچھ شک نہیں کہ دُنیا میں با اقبال لوگوں کی بدولت بہت کچھ ہوا، لیکن کیا کبھی وہ حادثات بھی گنے ہیں، جو ان بزرگوں کی بدولت ظہور میں آتے ہیں، اگر ادبار زدہ شخصیتیں اور قوتیں ادبار و تنزل کی وجہ سے تقدیر کی شاکی رہتی ہیں، تو اقبالی سوحیں نشۂ اقبال میں ادبار زدوں سے بھی زیادہ تر موجب کلفت ہوتی ہیں، خواہ کوئی سی صورت اور حالت ہو، سعی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا، خدا کی ہستی ہے اور وہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد بھی ہے، لیکن جب اس نے ایک قانون بنا دیا ہے، اور یہ چاہا ہے کہ ہم اس قانون کے ماتحت چلیں تو ہمارا بھی فرض ہے، کہ حکم کی تعمیل کریں، دیکھو کھانا اور پانی سامنے ہوتا ہے، لیکن جب تک اُٹھ کر منہ میں نوالہ نہ ڈالیں اندر جاتا ہی نہیں، اس سے زیادہ تر ثبوت سعی اور کیا ہوگا، خدائی الطاف و اکرام کا حال تو جُدا ہے، وہ چاہے تو پل بھر میں کچھ کا کچھ کر دے، لیکن اس کا قانون تو کچھ ایسا ہی ہے کہنے والوں نے یہ بھی کہہ رکھا ہے، اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالتَّوْفِیْقُ مِنَ اللّٰہِ یوں بھی سعی ہی کی ضرورت ثابت ہوتی ہے سعی نہ ہو تو توفیق کہاں سے ہو، سعی مقدم ہے، رہی توفیق سو وہ ایک دوسری بات ہے یہ کہنا کہ سعی کا نتیجہ ہمیشہ حسب مراد ہی نکلے ایک غلط خیال ہے ہمارا فرض سعی کرنا ہے، نتیجہ کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے اگر سعی کا نتیجہ حسب مراد نہیں نکلتا، تو سعی کی یہ قدر و قیمت بھی نہ رہتی، ناامیدی کا نام بھی نہ ہوتا، تدبیر کی بھی یہ قدر و قیمت نہ ہوتی، اسی مجبوری نے حضرت انسان کے منہ سے اَلتَّوْفِیْقُ مِنَ اللّٰہِ کا جملہ نکلوایا ہے، بار بار کی مایوسیوں اور ہر بیبیوں نے جب یہ دکھا دیا کہ نری سعی پر بھی مراد کا ملنا موقوف نہیں تو حضرت کو یہ سُوجھی، اگر ہمیشہ کامیابی ہی ہوتی تو یہ فقرہ منہ سے نہ نکلتا، سعی کب وجود پذیر ہوتی ہے جب مساعی کے ہاتھ میں وسائل آ جائیں، وسائل کب مہیا ہو سکتے ہیں جب سعی ہو گویا سعی مقدم ہے اور وسائل مؤخر، نرے تہیہ وسائل ہی پر سعی مشکور نہیں ہو سکتی اس کے ساتھ موقعہ شناسی اور تدابیر کی بھی ضرورت ہے، خالی کنویں سے پانی نکالنے کی سعی کرنا بے سود ہے، جس گھر میں کوئی نہیں وہاں رات بھر آواز دیتے رہنا بے وقوفی اور فضول حرکت ہے، سعی درست طور پر کب ہو سکتی ہے اور وسائل صحیحہ کب میسر ہو سکتے ہیں جب تدبیر برمحل ہو، تدبیر برمحل کیلئے تعلم اور تعلیم کی ضرورت ہے تعلم اور تعلیم محنت کی محتاج ہے جب تک محنت نہ ہو سعی نہیں ہو سکتی، محنت بھی وہ جو کسی صحیح اصول پر ہو، اقبال بھی ان پیوند وسائل کے تابع ہے جو سعی سے پیدا ہوتے ہیں، سعی ان کی ماں ہے اور اقبال اس کی ذریات، خدا نے تمھیں فخر نطق بخشا ہے، تمھارے منہ میں زبان دے رکھی ہے، اگر تم نہ بولنا چاہو یا نہ بولو تو زبان خود بخود حرکت نہیں کریگی، زبان کب حرکت کرتی ہے جب تمھارے دل میں بولنے کا ارادہ ہو اور ارادہ زبان کو بولنے کا حکم دے، دیکھو صرف ایک بات کرنے میں کتنی سعی کی ضرورت پڑتی ہے، اقبال تو بڑی مشکلات کے بعد نصیب ہوتا ہے بیشک دعائیں تاثیر رکھتی ہیں اور اللہ کریم سنتا بھی ہے اور دعا قبول بھی کرتا ہے لیکن محض دعا پر ہی تو فیصلہ نہیں ہو جاتا، کچھ ہاتھ پاؤں بھی ہلانے چاہئیں اصلی دعا وہی ہے جو محنت اور تردد کے بعد کی جاتی ہے، ع

بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

پہلے تردد اور کام کرو اس کے بعد خدا سے دعا کرو، یہی سیدھا قانون ہے اور اسی قانون کی بدولت خدائے کریم دولت اقبال اور فارغ البالی دیتا ہے، عبادت بھی ایک سعی ہی ہے اگر عابد زاہد رات بھر نہ جاگیں، روزے نہ رکھیں نماز نہ پڑھیں تو انھیں کوئی صلہ عبادت کس طرح مل سکتا ہے، محنت و عبادت معاشری محنت سے کم نہیں ہے دیکھو دونوں صیغوں میں عبادت اور معاشرت میں بر رنگ مختلف سعی ہی کی ضرورت ہے سعی ہی مقدم ہے۔

قانون عام

ایک سوال اس بحث میں عارض ہوتا ہے وہ یہ کہ قرآن مجید کی بعض آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ خدائے کریم فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد ہے اور اس کی رحمتیں بعض وقت بغیر کسی محنت کے بھی رُونما ہوتی ہیں، رُوحانی رنگ میں یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ ایک برہان واضح ہے اس پر یہ حاشیہ کہ اللہ میاں کا فضل یوں بھی ہو جاتا ہے اور اس کی رحمتیں ہمیشہ سعی اور محنت کی محتاج نہیں ہیں، درست نہیں، کیونکہ اللہ میاں قادر ہے اس کی نسبت یہ کہنا کہ وہ یوں کر سکتا، ایک غیر صحیح خیال ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے ایک ہوتا ہے قانون عامہ اور قانون خاصہ۔

قانون عامہ کے ماتحت تو لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ہے اور قانون خاصہ کے ماتحت وہ کرم اور وہ فضل ہے جو بلا کسی محنت اور تردد کے رحمت ایزدی کے وفور اور اختصاص کی وجہ سے

KHILAFAT LIBRARY

وجود پذیر ہوتا ہے، لیکن اس میں سعی ہوتی ہے بعض وقت ہم اس سعی سے بے خبر رہتے ہیں، مثلاً ایک شخص خود دعا کرتا ہے کسی بزرگ سے خواہشمند دعا ہوتا ہے یہ بھی ایک سعی ہے گو کہ ابتدائی ہے، دنیا اسباب کا گھر ہے اس صورت میں بھی اسباب موجود ہوتے ہیں، جب کبھی کسی شخص پر ناگہانی نزول رحمت اور فیض ہوتا ہے تو اس کے بھی کوئی اسباب ہوتے ہیں، وہ اسباب کسی نہ کسی ذات سے خصوصیت رکھتے ہیں، انسان دو ہی قسم سے متاثر ہوتا ہے بصورت فعلی یا بصورت انفعالی، دونوں صورتوں میں اسباب موجود ہوتے ہیں چونکہ خدا مسبب الاسباب ہے وہ بعض وقت خود ہی اپنے فضل وکرم سے اسباب پیدا کر دیتا ہے حالانکہ بعض ہمیں خود بھی ان اسباب کا علم نہیں ہوتا، اس قسم کے اسباب کسی نہ کسی شخص کی جانب سے ہوتے ہیں، یا کوئی نہ کوئی طاقت ان کی محرک ہوتی ہے بعض وقت وہ طاقتیں بھی محرک ہوتی ہیں جو انسانی دائرہ سے خارج ہیں، ہم بعض وقت ایک ناگہانی صدمہ سے جب محفوظ رہتے ہیں تو اس میں ایک طاقت موجود ہو جاتی ہے، جو ناگہانی ہی نہیں ہوتی، بلکہ انسانی نوع میں سے بھی ہوتی - ایک دشمن کے وار کرنے پر ایک شیر جب جنگل میں سے نکل کر غراتا ہے، اور اس پر دشمن بھاگ جاتا ہے تو یہ ایک قدرتی سبب ہوتا ہے جو ہماری حفاظت کرتا ہے بعض وقت اس قسم کے اور واقعات بھی پیش آجاتے ہیں، ہمیں اکثر اوقات بعض کامیابیوں اور فتوحات کے اسباب کا بہت کم علم ہوتا ہے، اگرچہ ان کی تہ میں کچھ نہ کچھ اسباب ہوتے ہیں، مگر ہم ان سے ایک بڑی حد تک ناواقف ہوتے ہیں، ایک غریب جب ایک جنگل میں سے ایک دفینہ پالیتا ہے تو بظاہر یہ فتوح کوئی سبیل اور کوئی سعی نہیں رکھتی، مگر اس کی تہ میں سعی کا وجود ہوتا ضرور ہے خدا ہمیں راہ سعی اور جد وجہد سے آشنا کر کے یہ نہیں کہتا کہ ہم اس کی رحمت اور کرم سے ہاتھ دھو بیٹھیں، نہیں ایک طرف ہماری سعی ہو اور دوسری طرف امید رحمت، کیونکہ وہ ایک قادر مطلق ہے کیا ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں، کہ وہ ہماری سعی اور جد وجہد کی رو نہ روک نہیں سکتا، اور کیا اس میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ان کا ثمرہ اپنی مرضی کے مطابق دے بعض دفعہ باوجود انواع واقسام کی کوششوں اور جد وجہد کے بھی ہم کامیاب نہیں ہوتے تو اس کا موجب کیا ہے -

عرفت ربی بفسخ العزائم کی فلسفی اس حالت میں ایک حقیقت کی وضاحت کرتی ہے صرف اپنی کوششوں ہی پر غراں رہنا اور طاقت ایزدی سے منہ پھیر لینا کفران ایزدی ہے ہمیں ایک قانون دیا گیا ہے کہ اس پر چلو، لیکن اس کا منشا یہ نہیں ہو سکتا، کہ اس قادر مطلق کے اختیارات ہی محدود یا سلب ہو جائیں -

قدرت کی جانب سے جو ہمیں اس قدر قوتیں جذبات اور کائناتی اشیا مفت عطا ہوئی ہیں، یہ ہماری کسی سعی اور ریاضت کا ثمرہ ہیں، ہم قدرت سے جو کچھ نعمت پا رہے ہیں، یہ سب اسکی نعمت اور فضل کا نتیجہ اور اثر ہے کیا یہ آب وہوا، آتش و خاک و دیگر مادی ضروریات اور ہماری اندرونی قوتیں اور عقل وفراست دل ودماغ ہماری سعی کا پھل ہیں، یہ سب اس قادر مطلق کی مہربانی اور فضل وکرم کا نتیجہ ہے یہ سب قوتیں دے کر اگر خدائے کریم ہمیں کوشش اور جد وجہد کی طرف توجہ نہ دلاتا، تو ان کا عبث ہونا پایا جاتا، یہ جذبات اور یہ قوتیں دیکر کہا گیا کہ ریاضت اور سعی ہی سے انسان کامیاب ہو سکتا ہے اور دوسری طرف اپنی رحمت اور فضل وکرم کو بھی اختصاصی رنگ میں ایک دوسرے قانون کے ماتحت رکھ کر مخلوق کو اس سے محروم نہ رکھا -

اگر ہم سعی پر مدار نہ رکھتے تو ہماری اقبالی اور اعمالی روش بالکل بیکار اور بے قیمت ہو جاتی، جو ہماری عملی شرف وفضیلت بھی وہ بے سود ہوتی، لیس للانسان الا ما سعیٰ دونوں رنگوں معادی اور معاشرتی پر حاوی ہے دنیا میں بھی اس کی ضرورت ہے اور دین میں بھی، اور اس میں ہر ایک قسم کی سعی اور جد وجہد شامل ہے، معادی رنگ میں زہد وریاضت اور دعا بھی شامل ہے یہ بھی ایک محنت وسعی ہے تخیل بھی ایک سعی ہے دیکھو تخیل اور فکر وتدبیر سے انسان کہاں تک پہنچا ہے یہ تمام فلسفہ یہ تمام سائنس تخیل اور فکر وتدبیر کا ہی ثمرہ اور اثر ہے جو لوگ دعا، عبادت اور فکر وتدبیر کو احاطہ سعی سے خارج سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں دماغی اور ضمیری سعی جسمانی اور عضوی سعی سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہے، یہی غلطی ہے جو بعض وقت لوگوں کو دعا کی فلسفی سے بدظن کرتی ہے، یہ کہنا کہ دعا باوجود ایک دماغی سعی اور جد وجہد کے ظاہر میں کوئی اسباب نہیں رکھتی ایک غلطی ہے دعا دو۲ کیفیتیں رکھتی ہے :-

(الف) دعا بعد از اسباب -

(ب) دعا قبل از اسباب -

کبھی انسان اسباب ہاتھ میں لیکر دعا کرتا ہے اور کبھی اسباب کے میسر ہونے کے واسطے دعائیں کرتا ہے دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے جب ہم تہیہ اسباب کے واسطے دعا کرتے ہیں تو اس کا منشا یہی ہوتا ہے کہ ہمیں قدرت کی مدد سے اسباب میسر آئیں، چونکہ ہم قدرت کو ایک مختار اور افعال خیال کرتے ہیں، اس واسطے ہم اس قسم کی دعاؤں میں لگ جاتے ہیں، ہمیشہ دوجہتی یا دوطرفہ افعال کے ماتحت سعی مشکور ہوتی ہے، ایک شخص یہ سعی کرتا ہے، کہ وہ ایک حق کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، ایک طرف اس کی کوشش ہوتی ہے، اور دوسری طرف اس دوسرے شخص کی سعی جو اس کی ہمت اور کوشش کا خیر مقدم کرتا اور اسے امداد دیتا ہے جب تک، یہ دونوں کوششیں نہ ملیں، تب تک کام نہیں بنتا، جس طرح بغیر ملاپ جوڑے کے بچہ پیدا نہیں ہوتا، اگر ہم ایک طرف دعا کرتے ہیں، تو یہ ہماری کوشش ہے اور اگر دوسری طرف قدرت فیضان کرتی ہے تو یہ قدرتی کوشش یا امداد ہے ہماری طاقت ایک طرف چلتی ہے، اور قدرتی طاقت ایک طرف، اس صورت میں سعی اور اسباب سعی موجود ہو جاتے ہیں، اور یہ کہنا کہ کس طرح بے اسباب اور بے سعی کوئی کام ہو سکتا ہے، اپنا جواب آپ پیدا کر لیتا ہے

اسلامی اصول کے مطابق سعی کرنا اور سعی کے بعد خدائے کریم کی رحمت اور کرم کا امیدوار رہنا ایک مستحسن طریقہ ہے ہم اس کے فضل وکرم اور رحمت کے قائل ہیں، ہماری کوششوں سے اس کی رحمتوں اور افضال کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کا چاہنا ہمیشہ ہمارے نقطہ خیال سے بالاتر ہوتا ہے اور وہ سراسر حکمت و پر منفعت ہے، ہمارے ارادے اور ہمارے عزم اس کے ارادوں اور اس کے عزائم کے نقطہ خیال بہت کچھ فرق رکھتے ہیں وہ علم کل ہے اور ہمیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے ہمیں باوجود سعی جد وجہد کے بھی اپنی بضاعت اور رحمت ایزدی کا خیال رکھنا چاہیئے ؂

نمبر ۸ جلد ۲۱ اخبار نور قادیان دارالامان مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء

KHILAFAT LIBRARY

ہندوستان کیلئے بہترین نظام حکومت

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

گو مضان کے لحاظ سے اس مضمون کو چنداں اہمیت حاصل نہیں، جس کے متعلق آج میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں، لیکن چونکہ ہماری جماعت دوسروں سے ملکر رہتی ہے، ملکر کام کرتی ہے، دوسروں کے خیالات سنتی ہے، اپنے گرد وپیش کے حالات سے متاثر ہوتی ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال کے متعلق جس قدر جلدی ہو سکے، مجھے اپنی رائے کا اظہار کر دینا چاہیئے، تا وہ احباب جو اس معاملہ میں میری **رہنمائی کے منتظر** یا محتاج ہیں، میرے خیالات سنکر کوئی رائے قائم کر سکیں، جہانتک میں سمجھتا ہوں اس سوال کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایات کافی موجود ہیں، لیکن ہر انسان میں اتنی قوت وطاقت نہیں ہوتی، کہ وہ تحریرات سے کوئی صحیح نتیجہ اخذ کر کے اپنے لئے اسوہ قرار دے سکے، یا رستہ تجویز کر لے، اس لئے میں سمجھتا ہوں، ضروری ہے، کہ ایسی طبائع کے لئے جو مزید تشریح کی محتاج ہیں یا جو وقت استدلال نہیں رکھتیں، یا **جذبۂ اخلاص کی وجہ** سے ہر معاملہ میں خلیفہ کی طرف نگاہ اُٹھاتی ہیں، کہ کیا آواز آتی ہے، اپنے خیالات کا اظہار کر دوں یا معاملہ **سیاسی سوال** ہے جو اس وقت ہمارے ملک کے سامنے پیش ہے مجھے اس بارہ میں جلدی اظہار خیالات کی ضرورت اس وجہ سے بھی پیش آئی ہے، کہ بعض دوستوں کی طرف سے یہ سوال ہوا ہے، کہ اس معاملہ میں اپنے خیالات ظاہر کروں۔

ہمارے اخبار میں حضرات اس امر سے واقف ہیں کہ اس وقت ہندوستان کو انگریزی اثر سے آزاد کرانا چاہئے، یہ خیال **ایسا قدرتی خیال** ہے کہ کوئی بھی انسان اس سے آزاد نہیں ہو سکتا، حب الوطنی ایسی چیز ہے، جس سے کوئی انسان محروم نہیں، گو بعض لوگ لالچ اور حرص وہوا کی وجہ سے اسے دبا لیتے ہیں، اور بعض اس کے صحیح معنے نہ سمجھنے کی وجہ سے غلط طریق اختیار کر لیتے ہیں، میں ایک منٹ کیلئے بھی یہ باور نہیں کر سکتا، کہ جو پولیس حکومت کے اقتدار کو مضبوط کرنے یا وہ C.I.D. (خفیہ پولیس) جو اس لئے مقرر ہے کہ حکومت کے خلاف خیالات کی اشاعت کرنے والوں کی سرگرمیوں سے ارکان حکومت کو مطلع کرتی رہے وہ بھی **آزادی کے خیال سے** عاری ہو، دل میں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر قوم کو حق ہے کہ آزادی حاصل کرے، لیکن چند پیسوں کیلئے وہ خیالات کو چھپانے پر مجبور ہیں، اس کا ثبوت یہ ہے کہ یہی لوگ جب پنشن پانے کے بعد گھروں میں جاتے ہیں تو وہ بھی آزادی کا شور مچاتے لگ جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں پہلے بھی آزادی کا خیال تھا، لیکن ملازمت کی وجہ سے وہ اسے ظاہر نہیں کرتے تھے،

غرضیکہ آزادی ایک ایسا جذبہ ہے کہ میں باور ہی نہیں کر سکتا کہ کوئی انسان اس سے خالی ہو فرق صرف ذریعہ حصول آزادی اور **آزادی کی صورت** کا ہے، بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کو ایسے رنگ میں آزادی حاصل کرنی چاہئے، کہ وہ انگلستان سے وابستہ ہی رہے لیکن اندرونی معاملات میں آزاد ہو، بلکہ انگلستان جو بیرونی معاملات طے کرے ان میں بھی ہندوستان کو **مساویانہ رائے** دینے کا حق ہو، جیسے آسٹریلیا اور کینیڈا وغیرہ کو ہے بعض لوگ اس کے خلاف ہیں، وہ کہتے ہیں۔ انگریزوں کا ہندوستان سے کسی قسم کا بھی تعلق نہیں ہونا چاہئے، اور ہندوستان جسے مناسب سمجھے بادشاہ یا صدر منتخب کر کے اپنا انتظام کرے جیسے جرمنی یا فرانس کی آزاد حکومتیں ہیں، یہ نقطۂ نگاہ **کانگریس کی طرف سے** پیش کیا گیا ہے اور اب اس رَو کو سارے ملک میں چلانے کی کوشش کی جا رہی ہے کانگریس کی طرف سے اس نظریہ کے پیش ہونے سے قبل پنڈت موتی لال نہرو نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ ملکر جو بخیال خود ملک کے نمایندے بن گئے تھے، کیونکہ انھیں کسی نے منتخب نہیں کیا تھا، ایک طریق حکومت تجویز کیا تھا جس سے مسلمانوں کو عموماً اور **جماعت احمدیہ کو خصوصاً** شدید اختلاف تھا، کیونکہ اس کے ذریعہ حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں دیدیتے اور مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی تھی، سکھوں کو بھی اس سے شدید مخالفت تھی، اور اس کے خلاف نہایت زور وشور سے پروپیگنڈا کیا گیا۔ اب جبکہ کانگریس نے **مکمل آزادی** کا اعلان کیا ساتھ ہی نہرو رپورٹ کی موقوفی کا بھی اعلان کر دیا اور قرار دیدیا، کہ جب کوئی حکومت قائم ہو جائے گی، تو کوئی ایسا نظام حکومت قائم نہیں کیا جائیگا، جس سے مسلمان اور دیگر اقلیتیں رضامند نہ ہوں مگر پہلا فرض یہ ہے کہ سب ملکر آزادی حاصل کر لیں، آزادی حاصل ہونے تک تمام اختلافات کو دبائے رکھا جائے، آزادی حاصل ہونے کے بعد مسلمانوں کے مشورہ اور ان کے مطالبات کو پیش نظر رکھکر نظام حکومت تجویز کیا جائیگا، اس پر بعض مسلمان رضامند ہو گئے ہیں۔

اس سوال کا ایک **مذہبی پہلو** بھی ہے یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہئے، کہ آزاد حکومت محبت سے تو مل نہیں سکتی، کسی سے یہ کہنا کہ اپنا بوریا بدھنا یہاں سے اٹھا کر چلے جاؤ، ایسی بات ہے جو بغیر لڑائی جھگڑے کے طے نہیں ہو سکتی اور **قائم شدہ حکومت سے جنگ** احمدی نقطۂ نگاہ سے مذہب کے خلاف ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے ماتحت یہ طریق بہرحال ناجائز اور ناپسندیدہ ہے اور یہ خیال کہ انگریز اپنی مرضی سے چلے جائیں گے **انسانی فطرت کی ہنسی** اُڑانا ہے بادشاہت تو بڑی چیز ہے کوئی چپہ بھر زمین بھی بغیر کے نہیں چھوڑتا، پھر یہ خیال کہ اتنا بڑا ملک جو انگلستان سے ۲۰ - ۲۵ گنا بڑا ہے اور جس کی آبادی وہاں سے آٹھ نو گنا زیادہ ہے اور جس سے وہ اتنے عظیم الشان فوائد حاصل کر رہے ہیں ہمارے ریزولیوشنوں اور قراردادوں سے ڈر کر انگریز چھوڑ جائیں گے، **احمقانہ خیال** ہے ہندوستان چھوڑنے سے انگلستان کے وقار کو سخت نقصان پہونچتا ہے، اگر انگریزوں کو ہندوستان بالکل چھوڑنا پڑا تو وہ یقیناً جنگ کریں گے۔ جیسا کہ امریکہ سے کی تھی لیکن اگر ہندوستان والے ایسی آزادی پر رضامند ہو جائیں جس میں انگلستان کا بھی تعلق ہندوستان سے قائم رہے تو اس سے چونکہ **انگلستان کا وقار بھی** قائم رہے گا اور اُسے کوئی زیادہ نقصان بھی برداشت نہیں کرنا پڑیگا، اس لئے اُسے وہ منظور کر سکتا ہے اس وقت بھی بعض حکومتیں ایسی ہیں جنھیں انگلستان اس شرط پر آزادی دے چکا ہے کہ تم یہ اقرار کرو کہ ہمارا بادشاہ

KHILAFAT LIBRARY

شاہ انگلستان ہے جیسے کنیڈا، ساؤتھ افریقہ اور آسٹریلیا ہیں لیکن کامل آزادی خونریزی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی، پھر اگر جنگ ہوئی تو کسے فتح ہوگی، اور کسے شکست یہ سوال مذہب سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ سیاسیات سے متعلق ہے، مذہب جس بات کا حکم دے، اس میں **فتح یا شکست** کو نہیں دیکھا جاتا اور اگر کوئی امر مذہباً ناجائز ہو تو اس میں خواہ فائدہ یا فتح ہی ہو، اسے ہم نہیں کر سکتے، مثلاً ایک شخص کا مکان بالکل جنگل میں واقع ہے وہ وہاں موجود نہیں، اور بھی کوئی دیکھنے والا نہیں، تو اگرچہ ہم نہایت آسانی سے اس کا مال نکال کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں، مگر ہم ایسا نہیں کریں گے، کیونکہ مذہب نے اس کی اجازت نہیں دی، لیکن باقی جہاد کا سوال ہے تو جب اس کا حکم ہو، اس وقت یہ نہیں دیکھا جائیگا، کہ ہمیں فتح ہوگی یا شکست، ہر مسلمان کا فرض ہوگا، کہ جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہو خواہ ایک ایک کر کے سب مارے جائیں، پس جائز یا ناجائز مذہبی لحاظ سے دیکھا جاتا ہے اور اس میں فتح و شکست یا نفع و نقصان کا کوئی سوال نہیں ہوتا، اور مذہبی لحاظ سے اس سوال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حل فرما دیا، اور اسے ناجائز قرار دیا ہے اب اگر ہماری فتح یقینی ہو جب بھی ہم جنگ نہیں کر سکتے اور اس بات کو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ انگریز بغیر لڑائی جھگڑے کے ہندوستان چھوڑ دیں گے، اب اس کا سیاسی پہلو باقی رہ جاتا ہے، اور میں سمجھتا ہوں، کانگریس کی پالیسی سے زیادہ **دھوکہ اور فریب کی پالیسی** اور کوئی نہیں ہو سکتی، اور مسلمانوں سے زیادہ کوئی احمق نہ ہوگا، اگر انھوں نے اسے تسلیم کر لیا، یہ کہنا کہ حقوق کا تصفیہ بعد میں ہو جائیگا، نہایت مضحکہ خیز بات ہے۔

مذہب اگر کسی کام کے کرنے کی اجازت دیتا ہو تو بھی ہمیں عقل سے کام لیکر دیکھنا چاہئے کہ ہمارا فائدہ اس کے کرنے میں ہے یا نہ کرنے میں۔ جیسے بینگن اور کدو کھانا جائز ہیں لیکن جسے بواسیر ہو اسے بینگن نہیں کھانا چاہئے، تو شریعت نے جس امر میں اجازت دی ہے اس میں ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارا فائدہ اس کے کرنے میں ہے یا نہ کرنے میں، اور اس امر میں اگر شریعت نے اجازت بھی دی ہو کہ ہم دخل دیں، تو بھی میں کہوں گا، سیاسی لحاظ سے یہ **خودکشی کا معاملہ** ہے جیسا میں نے بتایا ہے۔ انگریز بغیر لڑائی اس ملک کو چھوڑنے کے نہیں، فرض کرو، لڑائی ہوئی، اور انگریز ملک کو چھوڑ کر بھی چلے گئے، تو کوئی عقلمند یہ نہیں مان سکتا کہ کوئی ملک کسی وقت بھی بغیر حکومت کے رہ سکتا ہے، پھر اگر تمام انگریزوں کو قتل کر کے یا سمندر میں غرق کر کے ایک دن میں ختم بھی کر دیا جائے، تو یہ سوال ہوتا ہے، کہ اس دن ہندوستان پر کون قابض ہوگا، مسلمان یا ہندو یا مشترکہ طور پر دونو، اگر مشترکہ طور پر دونو، تو پھر ان کا اشتراک کس نسبت سے ہوگا، اگر کہا جائے کہ حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگی، تو یہ بالبداہت غلط ہے، کیونکہ ہندو مسلمانوں کو کچھ بھی دینے کیلئے تیار نہیں، اس لئے فیصلہ ہو جانا چاہئے، کہ جب تک کوئی باقاعدہ حکومت قائم نہ ہوگی، نظام مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گا، تا وہ مطمئن رہیں، کہ ان کے حقوق پامال نہیں ہونگے، لیکن اگر کہا جائے ہندوؤں کے ہاتھ میں ہوگی، تو وہ ہندو جو آج جب کہ انگریزوں سے جنگ کرنے کیلئے انھیں **مسلمانوں کی مدد کی ضرورت** ہے مسلمانوں کے مطالبات نہیں مانتے تو برسر حکومت آ جانے پر وہ کب سنیں گے، پہلے کسی ہندو ریاست سے ہمیں حقوق لے کر بتاؤ، پھر ہم مان لیں گے کہ اس وقت بھی ہندو ہمارے حقوق دیدیں گے، اگر کہا جائے مشترک طور پر انتظام کیا جائے گا، تو پھر وہی سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اشتراک کس نسبت سے ہوگا، اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا کیا انتظام ہوگا، بعض مسلمان کہہ دیتے ہیں یہ سوال ابھی مت اٹھاؤ، پہلے انگریزوں کو ملک سے نکال لو، اس کے بعد ہندوؤں سے مسلمان زبردستی اپنے حقوق لے لیں گے، لیکن یہ خیال انہی مسلمانوں کا ہے جن کے **دلوں میں غداری اور بد دیانتی** ہے یہ خیال کہ انگریزوں کے بعد ہندوؤں سے لڑ کر ان کو نکال دیا جائے گا۔ اول تو بد دیانتی ہونے کی وجہ سے مذہباً ناجائز ہے، خواہ ہندو ہو یا کوئی اور غیر مسلم، اس سے ایسا دھوکہ کرنا کسی طرح جائز نہیں، لیکن یوں بھی یہ خیال باطل ہے یہ خیال عام طور پر پنجاب میں پایا جاتا ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے اور زیادہ تر فوجی خدمات سرانجام دیتے ہیں، باقی اب تک جہاں کہیں بھی لڑائی ہوئی ہے مسلمان ہی زیادہ مارے گئے ہیں پنجاب میں چونکہ ہندوؤں کی تعداد کم ہے اور جو ہیں وہ **بنیا لوگ** ہیں اس لئے پنجاب کے بعض کوتاہ فہم مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمان لڑائی میں سارے ہندوستان کے ہندوؤں کو شکست دے سکتے ہیں اور ادھر حصار، گڑگانواں، کرنال، انبالہ کی طرف چلے جاؤ تمام ہندو جاٹ اور راجپوت آباد ہیں، پھر پہاڑوں میں ڈوگرے بستے ہیں، اور ان تمام باتوں کو فراموش کر کے **کوئیں کے مینڈک کی طرح** یہ خیال کر لینا کہ ہم ہندوؤں کو مار کر نکال دیں گے، بیہودہ بات ہے، ابھی ڈھاکہ میں فساد ہوا ہی جس میں دو مسلمان مارے گئے، اور ہندو کوئی بھی نہ مرا، بہار میں بھی ہندو مسلم فساد ہوا تو ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہی قتل کیا تھا، پھر کٹارپور اور آرہ وغیرہ مقامات پر مسلمانوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا گیا، غرض ہندو جہاں بھی بیدار ہیں، وہاں مسلمان لڑائی میں ان سے ہرگز جیت سکتے، پھر تعداد تنظیم اور روپیہ میں بھی وہ زیادہ ہیں، لاہور میں میں نے گلیوں کے اندر انھیں گتکا کھیلتے دیکھا ہے، دو تین روز ہوئے، میں ایک گاؤں سے واپس آ رہا تھا، کہ ایک گاؤں میں رسہ کشی ہوتے دیکھی، چند سال پہلے گاؤں میں یہ تحریک نہ تھی، لیکن اب دیہاتوں میں بھی تنظیم کی جا رہی ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ بنیوں کو بھی جنگجو قوم بنا دیا جائے، ہندوؤں کی باقی قومیں پہلے ہی جنگجو ہیں ہندوستان میں **چھوٹے چھوٹے ہندو راجے** مسلمان بادشاہوں کے ساتھ کئی کئی سال تک متواتر جنگ کرتے رہے ہیں، اور دراصل مسلمانوں میں جو جنگجو اقوام ہیں، وہ بھی ہندوؤں میں سے ہی آئی ہیں جاٹ یا راجپوت عرب سے نہیں آئے یہیں کے باشندے ہیں اور ان کے بہت سے بھائی بند ابھی ہندو ہیں، مدراس کے ہندو ہمیشہ فوجوں میں بھرتی کئے جاتے ہیں، پھر مرہٹے ہیں غرضیکہ ہندوؤں کی لڑنے والی قومیں بہت ہیں اور تعداد میں مسلمانوں سے بہت زیادہ ہیں، پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لڑ کر ہندوؤں کو یہاں سے نکال دینگے وہ **بہت بیوقوف** ہیں۔

ہندوستان میں عربی النسل مسلمان تو چند ہزار ہی ہوں گے، جن **مسلمان قوموں** پر جنگ کے وقت انحصار

KHILAFAT LIBRARY

کیا جاسکتا ہے وہ سب ہندوؤں سے ہی آئی ہیں، اور ان کے ہندو بھائی ابھی تک اسی طرح بہادر ہیں، جیسے یہ مسلمان، اگر مسلمان جاٹ اور راجپوت لڑنے والے ہیں تو ان سے بہت زیادہ تعداد میں ہندو جاٹ اور راجپوت موجود ہیں، پس چند ایک بنیوں کو دیکھکر ہندوؤں کو کمزور سمجھ لینا ایک **خلاف عقل بات** ہے حالانکہ اسی قسم کی قومیں مسلمانوں میں بھی ہیں مثلاً مُلّا لوگ ہیں ذرا سی ہشت کرو تو بھاگ جائیں گے، تو بزدل دونوں میں ہیں اور بہادر بھی دونوں میں ہیں، لیکن تعداد کے لحاظ سے ہندو مسلمانوں سے **تین گنا** زیادہ ہیں اس لئے ایسا خیال نہ صرف یہ کہ بددیانتی اور غداری ہے، بلکہ خلاف عقل اور صریحاً غلط بھی ہے، تھوڑے سے مرہٹوں نے شاہان مغلیہ کا ناک میں دم کردیا تھا، ایک طرف وہ میسور کو تنگ کر رہے تھے اور دوسری طرف حیدرآباد کو، حتّٰی کہ انھوں نے دہلی میں آکر بادشاہ کو قید کرلیا، اور تخت پر قابض ہوگئے آخر یہ وہی مسلمان ہیں نہ، جن پر تھوڑے سے سکھوں نے قبضہ کرلیا تھا، بس غور کرنا چاہئے، کہ کیا اب وہ ہندو موجود نہیں ہیں، میرا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان لڑنے والے نہیں بے شک **مسلمان جنگجو ہیں**۔ اور بہادر بھی ہیں مگر کہتے ہیں جنگ دو سر دارد، اول تو ہندو ان کے مقابل میں ویسے ہی بہادر ہیں، پھر ان کی تعداد زیادہ ہے اور جنگ میں اپنی فتح پر کون یقین کرسکتا ہے پس یہ خیال کہ لڑکر ہندوؤں کو نکال دیا جائیگا، بالکل غلط ہے بلکہ برعکس ۷۵ فی صدی یہ امید ہے کہ ہندو مسلمانوں کو کچل ڈالیں گے، کہا جاتا ہے کہ گاندھی جی نے **مسلمانوں کی حفاظت کا وعدہ** کرلیا ہے مگر جب حکومت آئیگی گاندھی جی کو کون پوچھے گا، فیصلہ تو **ملک کی عام رائے** کے مطابق ہوگا گاندھی جی کے متعلق کب گاؤں گاؤں اور شہر شہر سے رائے لی گئی اور کب وہ ہندوؤں کے لیڈر منتخب ہوئے، وہ آپ ہی آپ لیڈر بن گئے ہیں اگر حکومت ملنے پر عوام نے کہدیا کہ ہمیں گاندھی جی کا فیصلہ منظور نہیں، تو اسوقت کیا کیا جائیگا، اور یہ جواب صحیح بھی ہے کس نے انھیں اپنی لیڈری کے لئے چنا ہے ان کے فیصلہ کی پابندی کیلئے **اخلاقی طور پر** بھی ہندو قوم ذمہ دار نہیں، یہ تو ایسی ہی بات ہے، جیسے کوئی انگریز اگر ہندوستان سے معاہدہ کرجائے کہ ہندوستان کو آزاد کیا جاتا ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں حجاز نے انگریزوں سے معاہدہ کیا، جس پر ایک انگریزی جرنیل نے دستخط کر دیئے لیکن بعد میں انگریزوں نے کہہ دیا، ہم نے کب اس جرنیل کو معاہدہ کرنے کا اختیار دیا تھا، چنانچہ وہ مسترد ہوگیا توجب ملک آزاد ہوجائیگا، اس وقت اگر ہندو کہدیں کہ **گاندھی ہے کون**، ہم نے کب رائے عامہ سے اسے اپنا لیڈر تسلیم کیا، وہ ایک کام کرنے کا آدمی تھا، جس کی وجہ سے ہم اس کی عزت کرتے تھے، وہ ہمارا قائم مقام ہرگز نہیں ہوسکتا، تو کیا بنے گا، سوائے اس کے کہ مسلمان بیوقوف سمجھے جائیں گے، اور تمام دنیا ان پر ہنسے گی کہ **پیش بندی کے بغیر** وہ جنگ میں کود پڑے،

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سالہا سال سے ہندو مسلمان تصفیہ حقوق کے لئے جھگڑ رہے ہیں، لیکن آجتک کوئی فیصلہ نہیں ہوا، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ آزادی ملتے ہی ایکدم سارے فیصلے ہوجائیں گے، کیا یہ ممکن نہیں کہ اسی طرح دس پندرہ سال اور لگ جائیں، اور پھر بھی فیصلہ نہ ہو ایسی صورت میں اتنا عرصہ ملک پر کس کی حکومت ہوگی، اگر کہا جائے کہ عارضی طور پر انتظام کرلیا جاویگا تو پھر وہی سوال آئیگا کہ اس میں **مسلمانوں کی نگہداشت** کا کیا انتظام ہوگا، اور پھر اگر فیصلہ کے بعد اسی عارضی حکومت نے حکومت سے دستبردار ہونے سے انکار کردیا تو پھر کیا ہوگا، غرض یہ بات کہ تصفیہ حقوق بعد میں ہوگا، سراسر **عقل کے خلاف بات** ہے، تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممکن ہے، کئی سال تک کوئی فیصلہ نہ ہو کیا اتنا عرصہ ہندوستان بغیر کسی حکومت کے رہیگا، مگر **حکومت کے بغیر** کوئی ملک رہ نہیں سکتا، کچھ عرصہ کیلئے ہی اگر یہاں کوئی حکومت نہ ہو تو نیپال اور افغانستان جیسی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ہی ملک کو لوٹ کر کھا جائیں، انگریز ہندوستان پر اسی لئے قابض ہو گئے تھے کہ ملک میں کوئی بادشاہ نہ تھا، مگر اس وقت تو پھر بھی چھوٹے چھوٹے راجے مہاراجے تھے جنہوں نے کچھ نہ کچھ مقابلہ کیا، اب جبکہ کوئی بھی حکمران نہ ہوگا، اس وقت کیا حالت ہوگی، یہ جھگڑا دنوں میں نہیں بلکہ سالوں میں طے ہونیوالا ہے اسلئے جبتک کوئی فیصلہ نہ ہو اس وقت تک کون حکومت کریگا، لہٰذا حکومت کی تشکیل پہلے ہوجانا ضروری ہے اور اگر **نیک نیت** ہو اور مسلمانوں کو کچھ دینے کا ارادہ ہو تو پیچھے ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہے بعض لوگ نادانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ابھی کچھ ہے ہی نہیں تو دیں کیا؟ لیکن ہم کب کہتے ہیں کہ عملاً کچھ دیدو، ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ فیصلہ کرلو کہ ہاتھ میں آنے کے بعد کیا دوگے، **تصفیہ بہرحال ضروری ہے**۔ تا معلوم ہوسکے کہ مسلمانوں کو ایسی پوزیشن نہیں حاصل ہوگی جس سے اسلام ہی ہندوستان سے مٹ جائے، یہ سوال خلاف عقل ہے اور جبتک پہلے حقوق طے نہ کر لئے جائیں، مسلمانوں کو کبھی مطمئن نہ ہونا چاہئے،

نہرو رپورٹ کی تنسیخ بھی کانگریس کی طرف سے سخت دھوکہ ہے اور جو مسلمان اس سے مطمئن ہوگئے ان کی عقل پر افسوس ہے پہلے تو **ڈومینین سٹیٹس** کا مطالبہ تھا اور اس صورت میں کچھ نہ کچھ تسلی اس طرح ہوسکتی تھی کہ اگر ہندوؤں نے ہمارے حقوق ہمیں نہ دیئے تو انگریزوں سے مدد لی جاسکتی ہے اور وہ دلا دینگے، لیکن جب انگریزوں کو نکال ہی دیا جائے گا تو پھر مسلمانوں کا پرسان حال کون ہوگا، وہ ہندوؤں کے رحم پر ہوں گے، اگر چاہیں تو کچھ دیدیں، وگرنہ ان کی مرضی۔ بس میں کہوں گا، جو مسلمان کانگریس کی رَو میں بہے چلے جا رہے ہیں وہ **اسلامی نقطہ نگاہ** سے خودکشی کر رہے ہیں اگر کہا جائے کہ ہم فرقہ دارانہ جذبات سے نہیں بلکہ نیشنلٹی کے خیال سے کانگریس کے ساتھ ملے ہیں، یہ ایک نیشنل سوال ہے، تو میں کہونگا اگر بعد میں جوتے کھاکر ہندو بننا ہے تو پہلے ہی اپنی مرضی سے ہی کیوں نہ بن جاؤ اس وقت تو بننا مجبوری کے ماتحت سمجھا جائیگا، مجبور ہوکر کوئی کام کرنے والے کو کوئی کریڈٹ نہیں ملا کرتا، پس اگر **قومی سپرٹ کے ماتحت** مذہب کو قربان کرنا ہے تو پہلے ہی کردو۔

غرض اس وقت اگر اپنی پوزیشن کو محفوظ نہ کرلیا گیا، تو مسلمانوں کی ہندوستان میں وہی حالت ہوگی، جو اسپین میں ہوئی، اسپین کے مسلمان ہندوستان کے مسلمانوں سے زیادہ تازہ دم تھے ان کی تعداد بھی عیسائیوں سے کم نہ تھی مگر جب وہ تباہ کردیئے گئے تو یہاں کے مسلمانوں

کی کیا حالت ہوگی، پس یہ رَو اسلامی حقوق کے خلاف ہے اور مذہبی نکتہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو جس رنگ میں یہ مل سکتی ہے اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ناجائز قرار دیا ہے، اور سیاسی لحاظ سے بھی یہ سخت نقصان رساں ہے، اس لئے بہترین طریق یہ ہے کہ ڈومینین اسٹیٹس کے حصول کی کوشش کی جائے، اور **دُنیا کی رَو** بھی اسی طرف ہے پہلے ہی کچھ حکومتوں نے ملکر ایک لیگ بنا رکھی ہے جو لیگ آف نیشنز کہلاتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس طریق کے بغیر امن قائم بھی نہیں ہو سکتا اگر تمام سلطنتیں اپنی اپنی جگہ آزاد ہو کر بھی ایک نقطہ پر جمع ہوں تو ایکدوسرے کے حق کو دبا نہیں سکتیں، اور **انگریزی حکومت** اس لحاظ سے بے نظیر ہے اس میں پہلے ہی کئی ملک ہیں جو آزاد ہو کر پھر بھی ملکر کام کرتے ہیں، جیسے کنیڈا، ساؤتھ افریقہ، اور آسٹریلیا یہ اپنی اپنی جگہ آزاد ہیں، مگر پھر بھی ایکدوسرے سے ملکر کام کرتے ہیں، اور یہ **بہترین طریق** ہے جس کے بغیر امن قائم نہیں ہو سکتا، دنیا میں جب بھی امن قائم ہوگا اسی طرح ہوگا، کہ سب حکومتیں آزاد ہونے کے باوجود ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں، تا ایک ملک دوسرے ملک پر ظلم نہ کر سکے، اور اس طریق کا ایک چھوٹا سا نمونہ حکومت انگریزی میں ہے اگر ہندوستان بھی اس نظام میں شامل ہو جائے تو یہ زیادہ وسیع ہو جائیگا۔

پس ہندوستان کیلئے یہی ذریعہ بہتر ہے، کہ پہلے ہی اس طرف آجائے بجائے اس کے کہ دھکے اور ٹھوکریں کھا کر آئے، تمام دنیا اب اس طرف آرہی ہے کہ سب اقوام میں اشتراک ہو، یہ طریق ہندوستان کیلئے نہ صرف آسان ہے بلکہ اس میں فساد کا بھی خطرہ نہیں، اور دنیا کے امن کیلئے بھی یہی مفید ہے کہ، **ہندوستان آزاد** بھی ہو اور انگلستان کے مساوی حیثیت بھی رکھتا ہو، مگر اس کے بادشاہ کو اپنا بادشاہ بھی تسلیم کرے،

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم کرے اور انہیں توفیق دے کہ وہ اپنے **حقوق کی نگہداشت** کریں اور ایسا طریق اختیار نہ کریں کہ مٹ جائیں، موجودہ رو ہندوستان میں **اسپین کا نقشہ** قائم کرنیوالی ہے اور اس کے کامیاب ہونے پر مسلمانوں کی وہی حالت ہوگی جو ہندو ریاستوں میں ہے

اقتباسات

KHILAFAT LIBRARY

رضا و تسلیم

تصوف کا بہترین سبق رضا و تسلیم ہے کہ خدا کی رضا جس امر میں ہے، اس پر بندوں کا سر تسلیم خم رہنا چاہئے، کیونکہ خدا جو کچھ کرتا ہے شان عدل سے کرتا ہے، وہ سب کا پروردگار ہے سب کے ساتھ یکساں محبت رکھتا ہے خدا جو کچھ ہمارے ساتھ کرتا ہے اس پر ہم راضی رہیں، اس کے یہ معنی ہوئے، کہ خدا بندوں کے ساتھ برائی کرتا ہی نہیں، اور اگر ہم یہ خیال کریں کہ بعض بندوں کو خدا تکلیف پہونچاتا ہے اور بعض کو راحت دیتا ہے نیک بندے مصیبتیں جھیلتے ہیں اور چُوں نہیں کرتے، تو ایسا سمجھنا خدا کے عدل پر بٹہ لگاتا ہے انسان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ خدا عادل ہے اور تمام بندوں کے ساتھ وہ یکساں برتاؤ رکھتا ہے یہ اعتقاد محض زبان سے کہنے کی بات نہیں ہے بلکہ دل سے یقین کرنا اس میں شرط ہے لیکن کوئی امر جب تک سمجھ میں نہ آئے دل سے اس کا یقین نہیں ہو سکتا، بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ جو اپنی تکالیف کا گلہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی خدا کو منصف بھی کہتے ہیں خدا نے جو کچھ بھی کیا، وہ مقتضائے انصاف تھا، تو پھر گلہ کس بات کا ہے؟ ہم اس تحریر سے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں، کہ خدا تمام بندوں کے یکساں سلوک کرتا ہے، اور یہ بندوں کی سمجھ کا قصور ہے کہ وہ خدا کو ایک پر مہربان اور دوسرے پر نامہربان بے وجہ فرض کر لیتے ہیں، اس غلط فہمی میں ایک عالم مبتلا ہے، اور اسی غلط فہمی کی بنیاد پر ہندوؤں نے مسئلہ تناسخ قائم کر رکھا ہے اور اس مسئلہ کے ذریعہ وہ غیر عادل ہونے کا الزام خدا پر سے یوں اٹھاتے ہیں کہ اس موجودہ جنم میں اگر کسی کو راحت ہے، تو وہ راحت اس لئے ہے کہ گذشتہ جنم میں وہ خوب مزے کر چکا ہے، لیکن شرع محمدی ان خیالات کی تائید نہیں کرتی، مسلمانوں کے موجودہ جنم کے قبل کوئی جنم نہیں تھا، اور موجودہ حالت میں تمام انسانوں کیلئے رنج و راحت کی گھڑیاں برابر ہیں۔

راحت کیا ہے؟

دل کی خوشی کا نام راحت ہے اور دل کی خوشی کے اسباب اور حالات مختلف ہیں خدا نے جہاں دل میں یہ کیفیت پیدا کی خلاف مزاج باتوں سے وہ دُکھتا ہے وہاں یہ بھی خاصہ دل میں اس نے رکھا ہے کہ بہت جلد ہر مصیبت کا خوگر ہو جاتا ہے، آنکھ والے اندھوں کو دیکھکر نہایت افسوس کرتے ہیں، لیکن مادر زاد اندھوں کو اپنے عدم بصارت پر کبھی افسوس نہیں آتا، اور نو گرفتاروں کو اپنی آنکھوں کے زائل ہونے پر صرف ابتدا میں چند دنوں یا چند ہفتوں تک افسوس رہتا ہے، تپ دق کے مریض نہایت آرام سے مرتے ہیں، بخار کی تکلیف صرف شروع میں محسوس ہوتی ہے اور پھر طبیعت کے خوگر ہونے پر زائل ہو جاتی ہے،

بیماریوں کے متعلق تو نہایت آسانی سے سمجھا دیا گیا ہے کہ بیماریوں کی تکلیف ہر فرد بشر پر یکساں ہے، اس کے بعد کھانے پینے کا درجہ ہے، یعنی اگر حالت صحت ہو تو کھانے کا مزہ سب پر بالا ہے۔

غذا کا فلسفہ

پیٹ بھر کر کھانا خدا ہر شخص کو پہونچاتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ بہت سے آدمی بھوکوں مر جاتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ بھوک سے مرنے والوں کی تعداد ان لوگوں کی تعداد سے ہرگز کم نہیں ہے جو زیادہ کھانے کی وجہ سے مرض مہلک یا بتدریج امراض مختلف میں مبتلا ہو کر مرتے ہیں، اب رہی بحث غذائے لطیف کی اس کی نسبت اتنا سمجھنا کافی ہے کہ جَو کی روٹی اور ساگ میں جو مزا مفلس مزدور پاتے ہیں، وہ ہرگز امرا کو اپنے خوان نعمت میں نصیب نہیں ہوتا، ایک صورت سمجھنے کی یہ بھی ہے کہ لوگ جسے غذائے لطیف سمجھتے ہیں، وہ فی الواقع غذائے کثیف ہے کیونکہ خون صالح اس سے پیدا نہیں ہوتا اور اسی لئے شرع محمدی میں غذائے سادہ کھانے کی تاکید ہے غذائے سادہ کی وجہ سے غربا کی صحت بہ نسبت امرا کے اچھی رہتی ہے کیونکہ خون صالح ان کے جسم میں پیدا ہوتا ہے، خون غذا ہی سے پیدا ہوتا ہے، اگر غذائے سادہ بہتر نہ ہوتی تو بہتر خون پیدا نہ کرتی، اغنیا کے گھر میں عمدہ عمدہ میوہ جات لوزیات اور مٹھائیوں کا ڈھیر رہتا ہے، لیکن کھلنے کو ان کا جی نہیں چاہتا، ان کے خدام کھانے کی طمع میں حسرت سے ان چیزوں کو دیکھتے ہیں، اور آقا اپنے کثرت اشتہا پر رشک کی نگاہ ڈالتا ہے جب ان میں سے ہر ایک دوسرے کی حالت پر رشک

KHILAFAT LIBRARY

کر رہا ہے تو پھر یہ نہیں جا سکتا کہ خدا نے مخدوم کو خادم سے بہتر حالت میں رکھا ہے۔

امراء غرباء

ایک کے پاس اشرفیوں کا خزانہ بھرا ہوا ہے لیکن خزانہ کی کنجیوں کی حفاظت کرنے کے سوا اور کوئی خواہش یا تمنا اس کے دل میں نہیں ہے اور دوسرے کے پاس گو کوڑی کفن کو نہیں ہے لیکن اس کے دل میں تمام دنیا کی چیزوں کی خواہش موجود ہے جب نعمت دنیا سے دونوں محروم ہیں ایک زردار ہوکر تو دوسرا بے زر ہوکر تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خدا نے دونوں کو یکساں حالت میں نہیں رکھا، اگر یہ کہا جائے کہ مالدار بے فکری میں مست ہے اور مفلس تمام خواہشوں کے پیچھے پریشان ہے تو دونوں کی حالتیں یکساں کیونکر ہوئیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زردار اپنے زر کی حفاظت میں اس سے زیادہ پریشان ہے جتنا کہ مفلس اپنی بے زری کی غم میں متفکر ہے، مزدور دن بھر کا تھکا ہوا ہاتھ پر سر رکھکر فرش زمین پر یا بوریہ کے بستر پر ایسے لطف سے سوتا ہے جو شاہان وقت کو بھی نصیب نہیں ہوتا تمول کے ساتھ عادت اور عادت کے ساتھ صحت بگڑتی جاتی ہے اول اول پیٹ بھر جانے کے بعد زمین پر سو رہنے سے انسان کو عار نہیں ہوتا، لیکن جب ذرا اور تمول آتا ہے تو تخت کی تلاش ہوتی ہے ا ور چند دنوں کے بعد چارپائی پر ملائم گدے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور آرام طلبی یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ گدے کی روئی کے اندر کوئی بنولا رہ گیا تو خلش سے نیند نہیں آتی، یہ سب ٹھیک ہوا تو دوسرا مرض یہ پیدا ہوا کہ تفکرات دنیا اور خرابی صحت جسمانی سے پلک سے پلک نہیں لگتی عیش ونشاط کے تمام سامان کے ساتھ بھی اختر شماری رات بھر رہتی ہے بستر عیش بستر مرگ سے بدتر رہتا ہے گھر گویا جہنم کا ٹکڑا ہو جاتا ہے کہ بستر عیش پر بھی کسی پہلو سے چین نہیں ملتا اور ادھر پانچ روپیہ ماہوار کا پنکھا قلی پنکھا سے چھٹی پاتا ہے کہ خواب راحت میں سیدھا جنت کو چلا جاتا ہے اور دوپہر تک ایک ہی کروٹ سوکر جب آنکھیں ملتا ہوا اٹھتا ہے تو آقا کو کروٹیں بدلتے ہوئے دیکھکر آقا کے بستر راحت پر حقارت کی نظر ڈالتا ہے۔

ایک سبق آموز قصہ

عبدالملک ابن مروان دنیا کے بڑے بادشاہوں میں ہوا ہے اور میرا خیال تو یہ ہے کہ سوائے اس کے بیٹے ولید کے اور کوئی بادشاہ اس سے بڑا بلحاظ رقبہ اراضی مقبوضہ، بلحاظ مردم شماری اور رعایا، بلحاظ سطوت وحکومت اور بلحاظ حکومت باامن نہیں ہوا ہے، تاریخ پڑھنے والوں کو یہ خیال گذرے گا، کہ جتنا ہی بڑا بادشاہ تھا اتنا ہی خدا کا کام اس پر زائد تر تھا، لیکن خود عبدالملک نے اسے جو سمجھا وہ خود اس کے مقولہ سے جو نزع روح سے ذرا قبل اس کے منہ سے نکلا تھا، ظاہر ہوتا ہے کہ مرض الموت کی آخری حالت میں وہ اپنے محل کے بالائی کمرے میں مخملی گدے پر پڑا ہوا کروٹیں لے رہا تھا، اور تمام ملکوں کے قائم مقام اس کے در دولت پر حاضر تھے، اطبائے حاذق دوائیوں کی شیشیاں ہاتھوں میں لئے ہوئے وقت کا انتظار کر رہے تھے، اور خدام مہ جبین کروٹیں بدلنے میں مدد دینے کو اشارے کے منتظر دست بستہ کھڑے تھے، اسی حالت میں دفعتہً دریچہ محل سے بادشاہ کی نظر ایک دھوبی پر پڑی، جو محل کے نیچے خندق میں کپڑے دھو رہا تھا، اور تمازت آفتاب سے اس کے برہنہ جسم کی کھال گویا سرخ ہو رہی تھی، اسے دیکھکر بے اختیار بادشاہ کے منہ سے نکلا کہ "یہ دھوبی مجھ سے کہیں اچھی حالت میں ہے"

سامان عیش و نعم کے علاوہ حکومت بھی ایک شے ہے جو اکثر انسان کو مرغوب ہوتی ہے یہ حکومت ایک خیالی چیز ہے توسیع دولت کی توسیع حکومت کا خیال بھی بڑھتا ہی جاتا ہے، کسی گاؤں میں کوئی شخص چوکیدار مقرر ہو جاتا ہے تو چند ہفتہ تک باوجود تکلیف شب بیداری کے وہ اپنے آپ کو غیر معمولی درجہ انسانی میں سمجھتا ہے لیکن پھر عہدہ کانسٹبلی کی فکر میں عہدہ چوکیداری اس پر وبال جان ہو جاتا ہے کوئی شخص بھی اپنی موجودہ وسعت وحکومت سے سیر نہیں ہوتا، مرتے دم تک ہر ایک وسعت اختیارات کے تدابیر اور تفکرات میں غلطاں پیچاں رہتا ہے اور بالآخر نزع روح کے وقت سمجھتا ہے ع

(خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا)

یہ حالت ملازموں تک محدود نہیں ہوتی، شاہ یا شہنشاہ جو کسی کا ملازم نہیں ہوتا، وہ بھی اپنی ہوا وہوس کا ملازم ہوتا ہے ہمیشہ اسے خیال رہتا ہے کہ اس کے حدود پادشاہی کی وسعت ذرا اور بڑھ جائے، تو اچھا، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے یوں ادا کیا ہے ؎

ہفت اقلیم ار بگیرد پادشاہ ❖ ہمچناں دربند اقلیم دگر

نفس انسانی کبھی غنی نہیں ہوتا، اور اس طرح خوشی سے جو قناعت کے ساتھ ساتھ رہتی ہے ہمیشہ محروم رہتا ہے اور پھر ملک الموت اسے دنیا کی فرضی نعمتوں سے اس طرح اٹھا لیجاتا ہے جس طرح دودھ سے مکھی نکال کر پھینکدی جائے، مرنیوالا کوئی شے بجز اپنے اعمال کے ساتھ نہیں لے جاتا ع

(سکندر جب چلا دنیا سے دونوں ہاتھ خالی تھے)

یہاں پر یہ لکھنا بے موقع نہیں ہے کہ خدا کا خاص فضل جو خاص بندوں پر ہوا ہے یا ہوتا رہتا ہے اس سے یہاں انکار نہیں کیا جا سکتا، مثلاً خدا نے کسی کو اپنا رسول بنایا، یا کسی کو غوث، ابدال، قطب، امام وقت کا درجہ ہے، ایک کو اس نے جہاں دار کیا، اور دوسرے کو سپہ سالار کیا، ان خصوصیات کی وجہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے، کہ جن کو خدا نے ایسا نہیں بنایا، ان پر وہ نامہربان ہے ہرگز نہیں، یہ امور انتظامی ہیں، دنیا کا انتظام درست رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو درجے عطا کرتا ہے۔

مثال کے طور پر اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ مسلمانوں کے خیال کے مطابق سب سے بڑا درجہ آنحضرت رسول عربی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا، لیکن دنیا میں آنحضرت صلعم کو راحت بہت کم نصیب ہوئی، آنحضرت صلعم کے سوانح عمری پر نظر ڈالئے تو جو تکالیف آنحضرت کو اٹھانا پڑیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصروں میں کسی کو اٹھانا نہ پڑیں، شروع سے چلئے یتیمی اور بیکسی کے مرحلے، نزول وحی کی تکالیف جسمانی و روحانی، کفار عرب کے مظالم، تکالیف جلاوطنی، تکالیف فاقہ کشی، اپنے ساتھیوں کی ہمدردی، احکام الٰہی کا بار، جنگ کے تفکرات، جہان داری کے ترددات، امت کی فکر، اور انجام فرائض کے خیالات، یہ تو ظاہری باتیں ہیں تخیلات باطنی ان کے علاوہ ہیں، سچ ہے ع

❖ جن کے درجے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے ❖

خلاصہ یہ ہے کہ دنیا دار محن ہے اس میں گو خوشی کی ساعت کم اور غم کی گھڑیاں زیادہ ہیں، لیکن دونوں بے ثبات ہیں راحت وغم میں ہر انسان کا حصہ برابر ہے خدا کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہے وہ حکیم مطلق ہے دنیا کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ خدا نے کس مصلحت سے کام کیا لیکن اتنا عقیدہ ہر مسلمان کو رکھنا چاہئے، کہ خدا جو کچھ کرتا ہے

KHILAFAT LIBRARY

مصلحت سے کرتا ہے یہ امر قرآن میں بھی جابجا تعلیم کیا گیا ہے حضرت خضرؑ اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ بھی اسی غرض سے قرآن مجید میں آیا ہے، سورۂ کہف کا نواں اور دسواں رکوع دیکھئے اور کیسا ہی خلاف مزاج امر سامنے آئے ناراض نہ ہوجیئے فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ اور یاد رکھئے کہ مصائب دنیا سے دل کو محفوظ رکھنے کی کوئی سپر ہے تو وہ مسئلہ رضا و تسلیم ہے۔

تمام بھائیوں کی ایک ہی بیوی

جنوبی ہند میں نائر قوم کے عجیب و غریب حالات

(پنڈت ٹھاکر دت جی شرما وید امرت دھارا کی قلم سے)

نمبودری برہمنوں میں صرف بڑا بھائی ہی شادی کرتا ہے دوسرے بھائی نائروں کی لڑکیوں سے تعلق کر لیتے ہیں، یہ عورتیں جو داشتہ ہوتی ہیں، یا یوں کہو کہ جو عورتیں ان برہمنوں کو رکھتی ہیں، کنواری نہیں سمجھی جاتیں، ان کا بیاہ پہلے ہی کر لیا جاتا ہے اس کا نام کیتو کلیانم ہے، جب نائر لڑکی قابل شادی ہوتی ہے یا اس کے ماں باپ سمجھتے ہیں کہ وہ ہے تو وہ اس رسم کو ادا کرتے ہیں تاریخ مقرر ہوتی ہے رشتہ دار اکٹھے ہوتے ہیں، ضیافتیں ہوتی ہیں لڑکی علاقہ کے سردار کے گھر جاتی ہے وہاں عورتیں اُسے عزت سے رکھتی ہیں سردار گلے میں ایک سونے کا زیور ڈال دیتا ہے جو پہلے تو اپنے پاس سے ڈالتا تھا اب لڑکی گھر سے لے جاتی ہے کبھی ایک دھاگہ گھر کی بوڑھی عورتیں بھی باندھ دیتی ہیں، بس یہ شادی ہوگئی اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ وہ کسی سے شادی کر لے،

ایک عجیب مشکل

یہاں ایک اور گڑبڑ پڑ گئی، نائر لڑکیاں بہت سی برہمنوں کے پاس چلی گئیں تو نائر لڑکے کیا کریں، اس واسطے ان میں کثرت خاوند کا رواج پڑ گیا جو اب تقریباً بند ہو رہا ہے ایک گھر میں دو چار جتنے بھائی ہوئے، جو ایک ہی عورت بیاہ لیتے، ایک بھائی گھر میں ہو جو باہر رکھی ہوئی نشانی سے ظاہر ہو جاتا ہے تو دوسرا نہیں جاتا تھا، اس طرح ایک باپ کے ساتھ دوسرا باپ شروع ہوا، سارے مالابار میں شادی انولوم طریقے پر ہوتی ہے یعنی ہر صورت میں مرد افضل ذات کا ہونا چاہئے، برہمنوں شودروں تک میں یہی طریقہ ہے، نائروں کی کئی ذاتیں ہیں ان میں کوئی کوئی بڑا سمجھا جاتا ہے کوئی چھوٹا، بڑا اپنی لڑکی چھوٹی ذات کو نہیں دے سکتا، ایسے ہی برہمنوں، کھشتریوں میں عورت سے مرد بڑی ذات کا ہونا چاہئے،

مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ براہمن نے نصف شادی کرنے کیواسطے نائروں کو کیوں چُنا، شائد انھی اُلجھنوں کو حل کرنے کیواسطے نائروں میں

عورت کا درجہ بڑا ہے

جائداد کی مالک لڑکی ہے ایک عورت ہے اس کی اولاد کی لڑکیاں سب مالک ہیں، لڑکے بھی حصہ رکھتے ہیں، اس واسطے کہ وہ اپنی ماں کی جائداد کے حصہ دار ہیں، مگر ان کے لڑکے جو ہوتے ہیں مالک نہیں ہوتے، لڑکی کی لڑکیاں یا لڑکے مالک ہیں، ہاں اس لڑکے کے گھر میں جو عورت آئی ہے وہ اپنی ماں کی جائداد کی مالک ہے اس واسطے اس کے لڑکے اپنی ماں کی جائداد کے مالک ہوں گے، نسل میں لڑکیاں جتنی بڑھتی جائیں، وہ مالک ہونگی آدمیوں میں سے گھر میں جو بڑا ہے وہ مختار ہے وہ اس جائداد میں سے اپنے کسی لڑکے کو حصہ نہیں دے سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک گھر میں کئی لڑکیاں رہتی ہیں، ان کے خاوند وہاں آجاتے ہیں، اور اگر وہ کچھ خود کمانے والے ہیں، تو اپنے گھر لے جاتے ہیں،

ایک عدیم المثال رواج

ہندوستان بھر میں جائداد کی تقسیم کا یہ طریقہ سوائے نائروں کے کہیں نہیں، دوسری چھوٹی ذاتوں میں بھی اس کا رواج نہیں ہے ا زمانہ تھا جب نائر لڑکی کا برہمن کے ساتھ تعلق فخر کی بات تھی، اس وقت برہمنوں نے ان کی جائداد کی اُلجھن کو حل کر دیا ہوگا مگر نائر کیوں چُنے یہ پتہ پھر بھی نہیں لگا، ان کو یگیوپویت (جنیو) بھی نہیں ملا، سنار اور پاپڑ بنانے والے تو یگیوپویت پہنتے ہیں نائر وہ بھی نہیں پہنتے۔

کھشتریوں میں بھی یہی رواج ہے جو کہ راجہ ہیں مثلاً اب ٹراونکور میں رانی راج کرتی ہے اس کا لڑکا ابھی نابالغ ہے لڑکا اس واسطے مالک ہے کہ وہ مہارانی کا لڑکا ہے مگر وہ لڑکا جب شادی کرے گا، تو اس کی اولاد مالک نہ ہوگی کیونکہ وہ شادی گھٹیا درجہ کی کھشترانی سے کرے گا، اس کی بہن کا کوئی بڑا لڑکا ہو تو وہ مالک ہو سکتا ہے، لڑکی اصل مالک ہے، نائروں میں طلاق کی رسم بھی ہے لیکن چھوٹی سے چھوٹی اچھوت جاتیوں میں نہیں،

کام دیو کی موت

یہاں لوگوں کے کئی تیوہار ہیں، ایک کا ذکر کرتا ہوں، پرانوں میں لکھا ہے کہ کام دیو کی اول شکل ہوتی تھی، یوروپ میں بھی اس کی شکل مانی جاتی ہے، پھر شوجی نے اپنی تیسری آنکھ سے ایک بار اس کو راکھ کر دیا، اسوقت اس کی استری نے بڑا ورلاپ کیا ہے اب کام دیو کی شکل تو نہیں ہے، مگر دلوں پر اثر کر سکتا ہے اس کی موت کے دن سب عورتیں افسوس کریں، اس واسطے ایک تیوہار بنام "بھبرودھیرا" منایا جاتا ہے، مگر جس طریقہ سے منایا جاتا ہے وہ افسوس کا نہیں ۔۔۔۔

بلکہ خوشی کا تیوہار معلوم ہوتا ہے، دسمبر میں منایا جاتا ہے صبح سہ بجے اُٹھ کر تمام جوان عورتیں تالاب میں نہانے کیلئے داخل ہو جاتی ہیں، سردی سب بھول جاتی ہیں، اور بڑے جوش میں کام کے متعلق گیت گاتی ہیں، ساتھ ہی تال کے واسطے پانی کے اوپر ہاتھ مارتی جاتی ہیں، جو پیٹنے کا مترادف ہے سورج چڑھے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، پھر آکر گھر میں جو اعلیٰ پوشاک ہو پہنتی ہیں، کاجل وغیرہ لگاتی ہیں، پان کھاتی ہیں، اور پھر سارا دن موج بہار کرتی ہیں، پینگیں جھولتی ہیں، مرد دن بھر چاہے کہاں رہیں مگر شام کو ضرور ان کو گھر ہونا چاہئے، یہاں تک سُنا گیا ہے کہ اگر کسی کا مرد گھر نہ آئے، تو وہ بہت بُرا سمجھا جائیگا، اور یہی طلاق کی بنیاد ہو سکتی ہے۔

قربانی کا رواج

جیسا کہ تمام جنوبی ہندوستان میں بلی یا قربانی کا رواج ہے ویسے ان نائروں میں بھی ہے دیوی دیوتاؤں کے نام پر نہ جانے کتنے بکرے اور بھینسے تک مارے جاتے ہیں، مگر نائروں کی ایک قربانی بھی دنیا کے عجائبات سے ہی ہے اس میلے کا نام بھارتی کا میلہ ہے جو کہ ریاست کوچین میں ایک مقام کرنگا لور میں سال کے سال چیتر میں ہوتا ہے یہاں کالی کا مندر ہے پوجاری یہاں برہمن نہیں ہیں، کوئی اور ذات کے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کالی دیوی ہیضہ او سیتلا سے بچاتی ہے اس واسطے ہزاروں یاتری ہر سال اکٹھے ہوتے ہیں، یہ میلا خرافات کا پلندہ ہوتا ہے، مُرغے یہاں قربان کرنے کے واسطے لوگ لاتے ہیں، جہاں گاؤں سے اکٹھے ہو کر چلے ایک لکڑی پر مُرغے کے پر باندھ لئے، اور گندے سے گندے گیت گاتے ہوئے نشہ کی چیزیں پیتے ہوئے وہاں پہونچتے ہیں، راستہ میں کوئی عورت مل جائے، تو اس کو مخول کرنے اور چھیڑنے سے

اکسیر معدہ آپکو کیا فائدہ دیگی؟

یہ امراضِ معدہ و سینہ کا لاثانی علاج، بکثرت دودھ گھی ہضم کرنے کا بہترین ذریعہ تمام بیماریوں کی جڑ کمزور معدہ ہے، اگر آپ کو کھانا بخوبی ہضم ہوتا ہے تو آپ کے لئے سادہ غذا بھی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، ورنہ مرغن، لذیذ اور مقوی غذائیں بھی محض وبال ہیں،

یہ اکسیر معدہ ہیضہ، بدہضمی، کمی بھوک، دردِ شکم، اپھارہ، باؤگولہ، پیٹ کا گڑگڑانا، کھٹی ڈکاریں، قے، جی کا متلانا، جگر و تلی کا بڑھ جانا، سر چکرانا، آنکھ و دماغ کی کمزوری، گرمی کی شدت، پیاس کا زیادہ لگنا، ہاتھ پاؤں کا گرم رہنا، کرم شکم، قبض، اسہال، ریاح، کھانسی دمہ وغیرہ کیلئے تیر بہدف ہے،

KHILAFAT LIBRARY

دودھ، بالائی، مکھن، گھی، گوشت، انڈے وغیرہ مرغن اور مقوی اشیاء ہضم کرنیکی لاثانی دوا ہے۔

ایک ہی ہفتہ کے استعمال کے بعد بکثرت دودھ گھی روزانہ ہضم ہو جاتا ہے خون صالح پیدا ہو کر چار پانچ پونڈ وزن بڑھ جاتا ہے۔

دماغ، حافظہ، ذہن کو تقویت اور قوت مردمی کو بدرجہ غایت بڑھاتی ہے کمزور اور دماغی کام کرنے والوں کیلئے بے نظیر چیز ہے (خوراک ۴ رتی)

قیمت فی شیشی جو عرصہ کیلئے کافی ہے۔ صرف دو روپے (۲) محصولڈاک الگ

جناب اڈیٹر صاحب فاروق کی شہادت - مکرمی میر قاسم علی صاحب اڈیٹر فاروق اکسیر معدہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "کچھ دن ہوئے، میں نے جناب سے اکسیر معدہ اپنے ذاتی استعمال کیلئے لی تھی، ان دنوں مجھے نفخ شکم اور پیٹ میں ہر وقت بوجھ رہنے کی شکایت تھی، اس اکسیر کے استعمال سے خدا نے مجھے بہت جلد صحت دی اور میرے تمام معدہ اور شکم کی تکلیف رفع ہو گئی، اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں، اور ساتھ ہی مزید درخواست بھی ہے کہ براہ کرم اور اکسیر معدہ عطا فرماویں، مشکور ہونگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت دے آمین"

قبض کشا گولیاں اوّل تو کبھی کبھار کی قبض بھی بہت تکلیف دہ ہے پھر دائمی قبض سے تو خدا کی پناہ، اگر آپ کا معدہ صاف ہے تو سمجھو کہ آپ تندرستی کی گود میں کھیل رہے ہیں، ورنہ یہ مسلمہ امر ہے کہ قبض سب بیماریوں کی ماں ہے ایکدن گھر کا پاخانہ صاف نہ ہو تو تمام گھر کی فضا اس قدر بدبودار ہو جاتی ہے کہ ناک میں دم آجاتا ہے، یہی حال آپ معدہ کا سمجھئے، اگر ایک روز بھی کھل کر اجابت نہ ہو، تو تمام معدہ متعفن ہو جاتا ہے اور متعفن معدہ ہر ایک بیماری کی جڑ ہے، قبض کشا گولیاں کیا ہیں گویا معدہ کی جھاڑو ہیں، ان کا دائمی استعمال سمجھو کہ صحت کا بیمہ ہے، ایک سو گولی کی قیمت صرف دو روپے (۲)

اکسیر دردِ سر یہ نامراد مرض مریض کو ماہی بے آب کی طرح تڑپاتا ہے جن لوگوں کو بدقسمتی سے اسکا دورہ ہوتا ہے وہی خوب جانتے ہیں کہ یہ مرض کسقدر وبالِ جان ہے، ہماری اس جادو اثر دوا سے بفضل خدا دو منٹ کے اندر اندر قطعی آرام ہو جاتا ہے، قیمت ۸؍

ملنے کا پتہ **منیجر نور اینڈ سنز، نور بلڈنگ، قادیان۔** ضلع گورداسپور

اکسیر اعظم

جس کا اثر آخیر عمر تک رہتا ہے

دنیا میں ایک ہی لاثانی دوا ہے جس کی موجودگی نے طبی دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مفصلہ ذیل نئی اور پرانی بیماریوں میں اس کا اثر فوری اور مستقل ہے۔

ضعف باہ، ضعف دل، ضعف دماغ، ضعف اعصاب ضعف بصر، ضعف ہاضمہ، اعصابی درد، نزلہ، دردِ سر شقیقہ، بے خوابی، مسوڑھوں سے خون آنا، منہ سے پانی کا جاری رہنا، دانتوں کا درد، آواز کا بیٹھ جانا، دمہ، کھانسی منہ سے خون کا آنا، قے، ڈکاروں کی کثرت، معدہ کی ترشی، قبل از وقت بالوں کا سفید ہو جانا، پیشاب کی کثرت، ذیابیطس، سرعت، خرابی خون وغیرہ کیلئے یہ تریاق بفضل خدا آخری اور یقینی علاج ہے گویا حقیقی معنوں میں یہ دوا **"محافظ صحت"** ہے

مستورات کے امراض **بانجھ پن، جریان الرحم** کیلئے بھی بہت مفید ہے

یہ نسخہ پورے ایک سال میں تیار ہوتا ہے، کیونکہ کارخانہ اس اکسیر کو شہرت دینا چاہتا ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ امیر و غریب اس نعمت بے بہا سے یکساں مستفیض ہوں، لہٰذا فی الحال اس کی قیمت قریباً اصل لاگت یعنی نو روپے آٹھ آنے علاوہ محصولڈاک مقرر کی جاتی ہے ورنہ فوائد کے لحاظ سے تو یہ نعمت عظمیٰ موتیوں کے مول بھی سستی ہے

ملنے کا پتہ

منیجر نور اینڈ سنز، نور بلڈنگ، قادیان، ضلع گورداسپور

تبلیغ کیلئے بےنظیر کتابیں

اگر یہ سب کتابیں اکٹھی خریدیں تو نصف قیمت ورنہ سالم

KHILAFAT LIBRARY

آریہ مذہب کی حقیقت

آریوں میں تبلیغ کیلئے بےنظیر کتاب جو حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے۔ (۱) آریہ مذہب میں مکتی کا دروازہ بند (۲) آریہ مذہب کی تنگدلی (۳) مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریوں کی خطرناک بدزبانی (۴) آریوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت (۵) مسئلہ نیوگ اور قانون (۶) ویدوں میں جدال و قتال کی خطرناک تعلیم (۷) کیا آرین وید الہامی (۸) آریہ سماج کی مجبوری کی حالت، (۹) ویدوں کی اندرونی سیر (۱۰) ویدک ایشور کے کارنامے (۱۱) تناسخ کا بوداپن (۱۲) پنڈت دیانند کا سنیاس علم کسوٹی پر (۱۳) آرین کتب میں شدھی کا دروازہ بند (۱۴) کیا آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے۔ اس کتاب میں آریوں کی کل کتابوں کا عرق نکال کر رکھدیا ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ، محصولڈاک علاوہ۔ صرف چند جلدیں باقی ہیں۔

ہندو دھرم کی حقیقت

یعنی سناتن دھرم پر ایک تنقیدی نظر، آج تک مسلمانوں کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے حالانکہ یہ لوگ آریوں کی نسبت اسلام کے قریب ہیں۔ اس لئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری ضرورت کو پورا کیا ہے، اس معرکۃ الآرا کتاب میں حسب ذیل مضمون ہیں۔ (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار، (۴) اوتاروں کی تقسیم (۵) ست یگ کے اوتار (۶) ایشور مچھلی کے روپ میں۔ (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سؤر کے روپ میں (۹) ایشور نصف انسان اور نصف حیوان کے روپ میں (۱۰) تریتا جگ کے اوتار (۱۱) ایشور بادنے کے روپ میں (۱۲) ایشور کلھاڑے والے کے روپ میں (۱۳) رام اوتار (۱۴) دواپر جگ کے اوتار (۱۵) کرشن اوتار (۱۶) بدھ اوتار (۱۷) ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی شہادت (۱۸) مذہبی رواداری اور برکات اسلام پر ہندو لیڈروں کی شہادت وغیرہ، گویا ہندوؤں کی کتب جو ہزارہا اوراق پر پھیلی ہوئی ہیں، اور آجتک ان کتب میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک بھی مسلمانوں کے کانوں میں نہ پڑی تھی، یہ ان کل کتب کا نچوڑ ہے قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ۸) محصول الگ

ست اُپدیش

یہ کتاب کس پایہ کی ہے اس کیلئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے مبارکہ ملاحظہ کیجئے، آپ لکھتے ہیں کہ "میں نے کتاب ست اُپدیش پڑھی، مجھے یہ کتاب بہت پسند آئی، اس کے ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہوجاتا ہے کہ باوا نانک صاحب ضرور مسلمان تھے، اور دل اس امر پر مطمئن ہوجاتا ہے کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں ہے بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے، میں امید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائیگی اور اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کریگی، دس کتابیں آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کریں اور قیمت مجھ سے وصول کرلیں۔ قیمت صرف ایک روپیہ۔ محصول ڈاک علاوہ

بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب

یہ وہ جامع کتاب ہے کہ جس میں ہندوؤں کے کل عقائد وید سمرتی پران (۲) چھوت چھات (۳) تیرتھ (۴) جنیئو (۵) مورتی پوجا (۶) سوتک (۷) اوتار (۸) گئو پوجا (۹) مُردے کا جلانا (۱۰) ذبیحہ یا جھٹکا (۱۱) تناسخ (۱۲) سکھوں کے پانچ ککے، شری گرنتھ صاحب اور حضرت باوا نانکؒ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت موصوف نے انکی بزور تردید کی ہے، برخلاف اس کے مسلمانوں کے عقائد کے گرو صاحب دل و جان سے قائل تھے، مثلاً (۱) کلمہ طیبہ (۲) نماز روزہ (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (۴) حج کعبہ (۵) قبلہ پر ایمان (۶) عقیدہ ملائکہ، (۷) قرآن مجید پر ایمان (۸) صوفیائے کرام اور حضرت باوا صاحب (۹) حضرت باوا صاحب کے اقوال کا ماخذ قرآن مجید ہے پھر اخیر پر اس کتاب میں نہایت مدلل اور مبسوط مضمون تاریخی نقطۂ خیال سے درج ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شاہان اسلام ہمیشہ گرو صاحبان کے حامی و مددگار رہے اور سکھ گوروں نے پانی کی جگہ اپنا پسینہ بہایا۔ اس کتاب پر ہندوستان کے ۲۰ چوٹی کے اخبارات نے بھی زبردست ریویو میں یہ ظاہر کیا ہے کہ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کیلئے یہ ایک بےنظیر کتاب ہے قیمت صرف ایک روپیہ بارہ آنہ، مگر نور کے خریداران سے صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ محصولڈاک علاوہ

سِکھ اور مُسلمان

ایڈیٹر نور کا وہ لیکچر جو گذشتہ مرکزی سالانہ جلسہ پر دیا گیا، اور پھر دوستوں کے اصرار پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا، یہ لیکچر اس قدر مقبول عام ہوا کہ اس کا پہلا اڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا۔ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگیا، صرف چند کاپیاں باقی ہیں، سکھوں اور مسلمانوں میں تبلیغ کیلئے بہترین حربہ ہے قیمت فی کاپی آٹھ آنے۔ محصول ڈاک علاوہ۔

سِکھ مُسلم اتحاد

یہ میرا انجمن حمایت اسلام کے گذشتہ سالانہ جلسہ کا لیکچر ہے جسے حاضرین نے خاص اشتیاق سے سُنا اب یہ رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے اس رسالہ میں از روئے گرنتھ صاحب اور دیگر مسلّم کتب سکھ دھرم یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر سکھوں کا مضبوط قدموں پر اتحاد ہوسکتا ہے تو صرف مسلمانوں سے ہی ہے ۲۰ دسمبر کا اہلحدیث اس رسالہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "قادیان میں ایک صاحب شیخ محمد یوسف (سابق سورن سنگھ) ہیں آپکو سکھوں کے لٹریچر سے کافی واقفیت ہے اس رسالہ (سکھ مسلم اتحاد) میں آپ نے بتایا ہے کہ سکھ دھرم اسلام کے بہت قریب ہے اسلئے سکھ مسلم اتحاد ہوسکتا ہے قیمت کاغذ اعلیٰ ۸ر ادنیٰ ۶ر

پتہ کا: مینیجر اخبار نور - قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب)